# نماز کا مقام توحید

مؤلف

رئیس المحققین سلطان المدققین

**حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب** دامت برکاتہم

پی ایچ ڈی لندن ۔ ڈائریکٹر اسلامک اکیڈیمی آف مانچسٹر

دار النعیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# نماز کا مقام توحید

اثر خامہ

**ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم عالیہ**

**ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی آف مانچسٹر**

شائع کردہ

بیسمنٹ دکان نمبر ۱، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، چیٹرجی روڈ، اُردو بازار، لاہور۔

نام کتاب نماز کا مقام توحید

مؤلف ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب

تعداد ۱۱۰۰

قیمت 100 روپے (طبع شدہ قیمت پر بحث نہ کیجیے)

اشاعت دوم مئی 2014ء

**اس کتاب کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں**

کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت کوئی شخص اس کتاب کو ناشر کی
اجازت کے بغیر نہ تو شائع کرسکتا ہے نہ ہی ترجمہ کرسکتا ہے
اور نہ ہی اس کے کسی حصے یا پیراگراف کو اس کتاب کا حوالہ دیئے بغیر نقل کرسکتا ہے۔

ملنے کا پتہ

دار النعیم نعمانیہ

بیسمنٹ دکان نمبر ۱، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، چیمبر جی روڈ، اُردو بازار، لاہور۔

# فہرست مضامین

نماز کی اہمیت 9
نماز کے آداب 12
نماز کے مقامات 13
نماز کے اثرات 13
مراقبہ ومشاہدہ 14
نظر پھیرنے کی ممانعت 16
نماز میں انسان سے خطاب 17
نماز مومنوں کی معراج 17
نماز کی حفاظت 17
نماز کا حکم 18
قرآنی مضامین کی تلاوت 18
تشہد میں خطاب 20
ایک صورت عمل 21
دوسری صورت عمل 22
تیسری صورت عمل 23
ہمت کی اصطلاح 24
شیخ الاسلام ہرویؒ 25
امام ربانی مجدد الف ثانیؒ 25
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ 26
نماز سے باہر شغل رابطہ 28
تصور برقعیت 29
مولانا شہید کے ہاں شغل رابطہ 30
مقصود سے توجہ ہٹانا 32
تصور برزخی کی غلط صورت 33
بت پرستی شرک نہیں؟ 35
بتوں کا بنانا کفر نہیں؟ 35
عبادت میں کوئی برزخ نہیں 37
نماز میں آنیوالے کی رعایت 38
مولانا احمد رضا خاں کا فتوی 40
امام کا کمزور کی رعایت کرنا 40
نماز میں سترہ کی طرف دھیان 43
حضور کی اس باب میں ہدایت 44
حضرت عمر کا فتوی 44
حضرت عثمان کا فتوی 46
حضرت علی کا فتوی 46
امام شافعی کا فتوی 47
قرآن آگے رکھ کر نماز پڑھنا 48
نماز میں کسی سے حضور کا نام سننا 48

نماز میں خیال آنے اور لانے میں فرق 49
حضرت علامہ عثمانی کی شرح 49
خیال آنے اور توجہ جمانے کی حقیقت 50
کسی محترم شخصیت کی طرف توجہ جمانا ناجائز ہے 50
خیال آنا انعام الٰہی بھی ہوسکتا ہے 51
خیال جمانے میں شرک کی آلائش ہوگی 52
شاہ اسماعیل شہید خیال باندھنے کے خلاف 54
مشائخ طریقت کا طریق اصلاح 55
بڑی آفت سے نکال کر چھوٹے خطرے میں لانا 56
نماز میں بزرگوں کا تصور برزخی ممنوع ہے 57
حضرت سید احمد شہید کا ارشاد 57
ہمت کے معنی شاہ ولی اللہ کے الفاظ میں 58
حضرت کا نماز میں تجہیز لشکر کرنا 58
مولانا احمد رضا، شاہ شہید کی عبادت نہ سمجھ سکے 59
مولانا احمد رضا خان پھر بھی شک میں ہی رہے 60
مولانا احمد رضا کے عبارت نہ سمجھنے کی ایک اور دلیل 61
شاہ صاحب نماز میں خیال آنے کی مذمت نہیں کر رہے 61
نماز میں حضور کا خیال آنے پر دیوبند کا فتوی 62
حاضر ہونے اور حاضر کرنے میں فرق 63
نماز کے اوپر ایک اور لذت 64

# حضرت
# شاہ سید احمد شہید
# کا
# مقام ولایت

### تحریر
### شاہ اسماعیل شہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی سید رسل وخاتم الانبیاء اما بعد فانما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وافضل الدماء دماء الشہداء فانہم الذین قتلوا لتکون کلمۃ اللہ ھ العلیا۔

علماء کرام کی کاوشوں اور قربانیوں سے دین کی عمارت قائم اور ان کے خطبہ اور فتوے سے دین کی شوکت دائم ہے انبیاء کی وراثت درہم و دینار نہیں ان علماء حق کا وجود ہے جو احکام الٰہی کے امین اور تشریح ربانی کے مسند نشین ہیں۔ تاہم انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دین کا مغز اہل معرفت پر ہی کھولا جاتا ہے اور وہی حکمت سماوی کے اسرار کی دولت پاتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی زندگی خشیت الٰہی کے جلو میں ظاہر ہوتی ہے اور یہی حقیقت میں علمائے ربانی ہیں۔ جو دین کے احکام و رموز کی گہرائیوں میں اتر کر اسکی حقیقی لطافت پاتے ہیں اور اپنی توجہ باطنی سے اپنے حلقہ عقیدت کے دل گرماتے ہیں۔

سلسلہ نبوت کے ختم ہونے پر ولایت کا دروازہ پر وسعت سے کھلا فیض روح القدوس کی پھوار دلوں پر اترتی رہی اور اس امت کے ہزاروں نفوس قدسیہ تجلیات ربانی کی لہروں میں لپٹ کر اس مقام محبت میں داخل ہو گئے جس میں سالک اپنی ذات میں فنا اور خدا کی ذات سے بقا کی دولت پاتا

انہی خوش قسمت اولیاء اللہ میں حضرت سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل محدث دہلویؒ بھی تھے ۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو عرفان وعلم کی انتہا گہرائیوں میں اتر کر قربانیوں سے اپنی قبا رنگین کر چکے ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نماز کے مقام توحید کی لذت بخشی تھی اور ان کی نماز اتنی اونچی تھی کے شیطان سٹ پٹا کر رہ گیا ۔

اولیاء کرام کی بڑی دولت ولایت ہے اور ولایت اللہ تعالیٰ سے محبت اور دوستی کا وہ تعلق ہے جس پر یہ حضرات جم جاتے یں ۔ ان کی ہمت مقصود پر توجہ جمانا ہوتی ہے اور ان کی محنت ہر کسی کو اللہ کے سامنے لانا ہوتی ہے ان حضرات کی پوری زندگی رضائے الٰہی کی طلب تھی اور اسکی کا ثمرہ تھا کہ نماز کا مقام توحید ان پر کھلا اور یہ سب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا فیض نظر اور اثر محبت تھا ۔

مجاہد شہید حضرت سید احمد کے ان روحانی مقامات وارشادات کو ان کے خلفاء نے قلم بند کیا ۔ صراط مستقیم ان ہی روحانی افاضات اور باطنی اصلاحات کا مجموعہ ہے ۔ مقدمہ باب اول اور باب چہارم حضرت شاہ اسماعیل کا تحریر کردہ اور باب دوم اور باب سوم حضرت مولانا عبدالحیَ دہلوی کا تحریر فرمودہ ہے اور یہ دونوں حضرات خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے ۔ کتاب بظاہر مولانا اسماعیل شہید کی طرف منسوب ہے اور اسی عام شہرت کے باعث کتاب زیر نظر میں جا بجا اس کی نسبت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی طرف کی گئی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ نہ یہ ان کی کتاب ہے اور نہ اسکی خاص زیر بحث عبارت ان کی قلمبند کردہ ہے ۔ یہ عبارت باب دوم میں ہے جو حضرت مولانا عبدالحیَ نے قلم بند کیا تھا اور مجموعی کتاب ان دونوں کے شیخ طریقت حضرت سید احمدؒ کے اصلاحی ارشادات ہیں ۔ حق یہ ہے کہ یہ بحث نماز کے مقام توحید کو سمجھانے کیلئے ایک عطیہ الٰہی ہے ۔

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ حضرت شیخ کی مراد بیان قارئین پر کھل جائے اور وہ نماز کے

مقام توحید کو پا کر اس کے ثمرات اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگیں اور قرب الٰہی کی دولت خود ان کی آنکھوں کے سامنے جلوگر ہو جائے۔

کتاب صراط مستقیم اور اس کی یہ عبارت شہرت عام میں حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی طرف منسوب ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید کے عقائد و نظریات پر چند اور جزئیات بھی ہدیہ قارئین کر دی جائیں۔ ہو سکتا ہے ان اولیاء اللہ کے خلاف بے بنیاد اور خلاف مراد باتیں کہنے والے اس میں اپنے وسوسوں سے شفا پائیں۔ ان ارید الا الصلاح وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

## حضرت شاہ اسماعیل کا رسالت کے بارے میں عقیدہ

> بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں باقی سارے مراتب اس سے نیچے ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص 53)

مولانا اسماعیل شہیدؒ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بھی مانتے تھے آپ ایک جگہ کہتے ہیں:۔

سو اول ہی پیدا ہوا ان کا نور  بظاہر کیا گو کہ آخر ظہور
الٰہی ہزاروں درود سلام  تو بھیج اس پہ اور اس کی امت پہ عام
(مثنوی سلک نور ص 4)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

> سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اولوگوں نے ان کے بڑے بڑے معجزے دیکھے انہی سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انہی کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی۔ (تقویۃ الایمان ص 21)

پھر لکھتے ہیں:

> ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر آپ سب سے زیادہ قائم اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں (ایضاً ص 55)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر کا درجہ بڑے بھائی کے برابر قرار دینا بالکل کفر ہے آپ کا مرتبہ تو سبب سے بڑا ہے علم سیکھنے میں سب آپ کے محتاج ہیں پس کسی کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی برابری نہیں کر سکتا۔ آپ لکھتے ہیں:۔

> دین کی سب باتیں خدا نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلکم کو بتا دیں۔ (ایضاً)

پھر لکھتے ہیں:۔

> آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے۔ (صراط مستقیم ص 79)

ان تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ صحیح العقیدہ اہلسنت والجماعت بزرگ تھے اور حقیقت میں انہی جیسے بزرگوں پر نماز کا مقام توحید کھلتا تھا۔ حضرت مولانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود سلام کے قائل تھے۔ ہم حضرت مرحوم کے اس شعر پر اس تعارف کو ختم کرتے ہیں۔

الٰہی ہزاروں درود سلام تو بھیج اس پہ اور اسکی امت پہ عام

# نماز کا مقام توحید

## نماز کی اہمیت

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ء اللہ خیر اما یشرکون!

کلمہ شہادت کے بعد اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے یہ ایک روحانی عمل ہے جس سے انسان بتدریج خدا تک پہنچتا ہے، نماز بندے کو خدا سے ملاتی ہے اور بندہ نماز میں خدا سے مناجات کرتا ہے۔ سارا دن اپنے دنیوی کاموں میں گزرا تھا اس میں صرف نماز کی گھڑیاں ہیں جن میں وہ مالک حقیقی کے آگے سراپا عجز و نیاز حاضر ہے اور اپنے پیدا ہونے کا حق ادا کر رہا ہے۔ یہی چند لمحات ہیں جن کی خاطر انسان کو خلقت کی قبا پہنائی گئی تھی۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (پ ۲۷ الذاریات)

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا کہ وہ مجھے
پہچانیں، میری عبادت کریں۔

عبادت اگر واقعی عبادت کے طور پر ہو تو بندہ ان گھڑیوں میں اپنے مقصد تخلیق کو پالیتا ہے اور پھر اس کا فیضان اس کی پوری زندگی پر پھیلتا نظر آتا ہے یہ بندۂ مومن کی نماز ہے جس نے اسے قائم کرلیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے ضائع کیا اس نے دین کی عمارت گرادی۔

نماز کے کچھ آداب ہیں یہ وہ طریقے ہیں جن سے نماز ادا ہوتی ہے، بہترین طریق نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے پھر نماز میں نماز کے مقامات ہیں یہ بندہ مومن کا تدریجی عروج ہے۔ پھر نماز کے کچھ ثمرات ہیں یہ اس کا وہ فیضان ہے جو پوری زندگی پر پھلتا ہے

اصولاً یہ الٰہی یاد ہے اور مالک کے حضور میں غلام کی حاضری ہے مالک کریم قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

اقم الصلوٰۃ لذکری (پ ۱۶ طٰہٰ ع ۱)

ترجمہ: اور نماز قائم رکھ میری یاد میں۔

نماز سے مقصود اعظم خدا کی یاد ہے اور نماز سے غفلت خدا سے غافل رہنا ہے نماز کے بغیر خدا کے آگے جھکنے کی کوئی راہ نہیں۔ وہی مومن فلاح پاتے ہیں جو نماز میں مالک کے آگے جھکنے والے ہوں۔

قد افلح المؤمنون۔ الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون (پ ۱۸ المومنون)

ترجمہ: کامیاب ہو گئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں جھکنے والے ہیں۔

مومن کا خشوع وخضوع اور سجدہ و رکوع اسے روحانی عروج بخشتے ہیں کچھ عرصے کی مشق اور اقامت اسے مقام نماز سے آشنا کر دیتی ہے بندہ جتنا خدا کے آگے گرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اتنا ہی اٹھاتے ہیں وہ جتنا عبدیت کا اقرار اور بندگی کا اظہار کرے اسے اتنا ہی سرفراز فرماتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان مقاماتِ قرب کی کہیں انتہا نہیں۔

؎ جو گرتے ہیں تیری راہ میں وہی دراصل ہیں سنبھل گئے

حدیث میں ہے: اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوۃ۔ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ نزدیک حالت نماز میں ہوتا ہے۔ وہ جتنا جھکے دل سے حاضری دے قرب الٰہی میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

واسجد واقترب (پ ۳۰ العلق) اپنے رب کو سجدہ کر اور قرب میں بڑھتا چلا جا۔ بندہ سجدے میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ حکم ہوا کہ اس میں تو زیادہ سے زیادہ بڑھتا چلا جا یہی تیرا اقتراب ہے۔

یہ تدریجی ترقی اور عروج کی مختلف منازل نماز کے روحانی مقامات ہیں۔ نماز اس عروج کا زینہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الصلوۃ معراج المومنین نماز مومنوں کی معراج ہے۔ اور خشوع اس زینہ پر چلنے کی رفتار ہے۔ جتنا خشوع زیادہ ہوگا روحانی عروج کی رفتار اتنی تیزی ہوگی۔

خشوع کے معنی اللہ رب العزت کے آگے خوف و ہیبت کے ساتھ ساکن اور پست ہونا ہے، چہرے آنکھیں یہاں تک کہ آوازیں بھی اللہ رب العزت کے آگے پست ہوتی ہیں اور خشوع کی نسبت اللہ تعالیٰ نے آوازوں کی طرف بھی کی ہے۔

وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا ہمسا (پ۱۶ طہٰ ع۷)

ترجمہ: اور دب گئیں آوازیں رحمٰن کے حضور میں پھر تم کانوں کان کی سی آواز کے سوا اور کچھ نہ سن پاؤ گے۔

چہرے، آنکھیں، سر اور جُملہ اعضاء خدا کے آگے جھکتے اور خشوع کا مصدر بنتے ہیں اس نیاز مندی کا مرکز مومن کا دل ہے اور خشوع اصولاً دل کی صفت ہے۔ دیگر سب اعضاء بدنی اس کے تابع ہیں۔ قرآن کریم نے قلوب کو اللہ کے آگے جھکنے والا فرمایا۔ اس کے ثمرات ہیں کہ سر بھی اس کے آگے جھکنے لگتے ہیں۔ یہ ایک خدا کی عبادت ہے اور توحید کے اسی آئینہ میں رب العزت کا جلوہ نظر آتا ہے اور اسلام کا چہرہ کھلتا ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں یہی مرد مومن کی منزل ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ وما نزل من الحق۔ (پ۲۷ الحدید ع۲)

ترجمہ: کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں پر کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے گڑگڑا اٹھیں اور جو اترا ہے سجادین اس کے لئے جھک جائیں۔

نماز کے ثمرات کے سلسلے میں بیان فرمایا:

واقم الصلواۃ ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر
ولذکر اللہ اکبر واللہ یعلم ما تصنعون (پ ۲۱ العنکبوت ع ۵)

ترجمہ: اور قائم رکھ نماز بیشک نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے۔ اور اللہ کی یاد سب سے بڑی ہے اور اُس کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

یاد رکھنا چاہئے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہو جائے بعض دوائیں خاص مقدار میں مدت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہیں اس وقت ان کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو۔ پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے۔ جو روحانی بیماریوں کر روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بطور اقتضاء ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہِ الٰہی میں اپنی بندگی فرمانبرداری خضوع اور تذلل اور حق تعالیٰ کی ربوبیت الوہیت اور حکومت و شہنشاہی کا اظہار و اقرار کر کے آیا ہے۔ مسجد سے باہر آ کر بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو گویا نماز کی ہر ایک ادا نمازی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ "او بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے!" واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ اور بزبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت و سرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اسے روکتی اور منع کرتی ہے۔

یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی درجہ تک ہو گا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو، کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں سب سے بڑی چیز اس میں خدا کی یاد ہے۔ نمازی ارکان نماز ادا کرتے وقت قرأت قرآن یا دعا و تسبیح کی

حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کو مستحضر اور زبان و دل کو موافق رکھے گا اتنا ہی اس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سنے گا اور اسی قدر اس کی نماز برائیوں کو چھڑانے میں موثر ثابت ہوگی۔ (تفسیر فوائد القرآن للعلامۃ العثمانی ص ۵۲۱)

نماز کے ثمرات نماز کے مقامات پر مرتب ہوتے ہیں عبادت کا اونچا مقام یہ ہے کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہو اور یہ نہیں تو کم از کم اتنا اعتقاد تو ساتھ ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اگر یہ بھی نہیں تو تیری نماز فقط ایک رسم ہوگی عبادت نہیں۔ نماز کی ابتدا نیت باندھنے سے ہوتی ہے اور نیت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو خدا کے حضور میں حاضر کرے نیت میں حضوری کسی اور طرف نہ ہونی چاہئے یہ اخلاص فی العبادت کے خلاف ایک بہت بڑی اعتقادی آفت ہے قرآن کریم عبادت کے مقامِ توحید کو یوں بیان کرتا ہے۔

وما امروا الا لیعبدوا اللّٰہ مخلصین لہ الدین۔ حنفاء ویقیمو
الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ وذالک دین القیمہ۔ (پ ۳۰ البینہ)

ترجمہ: اور ان کو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کریں اسی کے واسطے بندگی خالص کر کے۔ اسی کے لئے یک رُخ ہو کر اور قائم کریں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہی راہ ہے مضبوط لوگوں کی۔

حضور اکرم ﷺ نے نماز کے مقام توحید کو یوں بیان فرمایا:

ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔
تو اس طرح خدا کی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور تو اسے دیکھ نہ پائے تو اس طرح عبادت کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

یہ مقام کہ میں خدا کے حضور میں حاضر ہوں وہ مجھے دیکھ رہا ہے مقام مراقبہ ہے پھر جب نمازی کو یہ مقام نصیب ہوگیا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے تو وہ مقام مشاہدہ میں داخل ہو جاتا

ہے اور انتہائی مقامات سے گزرتا ہے۔ غایت ہیبت، تعظیم، اجلال، خضوع، خشوع، حیاء، محبت، انجذاب، شوق، ذوق اور ظاہری و باطنی جمع خاطر کے انتہائی مراتب سے مالا مال ہوتا ہے یہ مجاہدہ کے بعد مشاہدہ کی شان ہے۔

والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین۔ (پ۲۱)

یہ نیت کہ میں خدا کے سامنے حاضری دے رہا ہوں، اس کی بندگی کر رہا ہوں، وہ مجھے دیکھ رہا ہے پوری نماز میں قائم رہنی چاہیے، نمازی کو اجازت نہیں کہ ایک لمحہ کے لئے خدا سے توجہ ہٹا کر کسی دوسرے طرف نیت باندھ لے نماز میں کسی اور طرف صرف ہمت کرنے (یعنی توجہ پھیرنے) کی اسلام میں قطعاً اجازت نہیں عبادت میں کسی اور طرف نیت باندھنے سے اسلام کا عقیدۂ توحید شرک سے آلودہ ہو جاتا ہے، اور اس میں اخلاص (کہ توجہ صرف ایک طرف بندھی ہو) قائم نہیں رہتا پس نمازی کو حق نہیں کہ دوران نماز کسی موقع پر یہ نیت باندھ لے کہ اب مَیں کسی اور کے سامنے پیش ہو گیا ہوں نہ یہ جائز ہے کہ وہ دوران نماز اپنے پیرومرشد یا کسی اور بزرگ ولی یا کسی فرشتے کی توجہ باندھ لے، حضرت علامہ عینیؒ حدیث احسان کی شرح میں لکھتے ہیں:

> ان تعبد اللہ عبادۃ من یری اللہ تعالیٰ ویراہ اللہ تعالیٰ فانہ لا یستبقی شیاء من الخضوع و الاخلاص و حفظ القلب و الجوارح و مراعاۃ الآداب مادام فی عبادتہ۔ (شرح صحیح البخاری جلد ۳ ص ۲۸۹)
>
> ترجمہ: تو نماز میں اس شخص کی سی عبادت کر جو خدا کو دیکھتا ہو اور خدا اسے دیکھ رہا ہو کیونکہ ایسا شخص جب تک نماز میں رہے عاجزی، اخلاص، دل و اعضاء کی حفاظت اور آداب کی رعایت میں کوئی بات رہنے نہیں دیتا (کمی نہیں کرتا)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ عزوجل مقبل علی المصلی مالم یلتفت۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نمازی کی طرف متوجہ رہتے ہیں جب تک وہ کسی طرف توجہ نہ پھیرے۔

حضرت امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

نمازی جس طرح پوری نماز میں اپنے سر اور آنکھ کو کسی اور طرف پھیرنے کا مجاز نہیں وہ اپنے دل کو بھی کسی اور طرف نہ پھیرے۔

(احیاء العلوم جلد ۱ ص ۱۶۹)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) میں لکھتے ہیں:

المطلوب استحضار العبد انه بین یدی الحق و ملاحظته و مراقبته ایاه وہذا مقدور للعبد۔ (لمعات التنقیح جلد اول ص ۶۹)

ترجمہ: نماز میں مقصود بندے کا یہ استحضار ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے اسے دیکھ رہا ہے اور یہ کہ وہ اس پر توجہ کئے ہیں۔ بندے کے اختیار میں بس یہی ہے۔

حاصل اینکہ مومن جب تک نماز میں ہے اسے کسی دوسری طرف توجہ باندھنے کی اجازت نہیں نماز میں کسی انسان کی طرف توجہ باندھنا شرعاً منع ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک دوسری بحث میں لکھتے ہیں:

خطاب کردن بہ بشر در نماز منہی عنہ است۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱ ص ۴۱۰)

ترجمہ: نماز میں کسی انسان کو مخاطب کرنا منع ہے۔

مومن جب تک نماز میں رہے اسے کسی طرف توجہ باندھنے کی اجازت نہیں کہ سمجھے اب

میں کسی اور کے سامنے حاضر ہو گیا ہوں نہ نماز میں کسی اور کی تعظیم کی اجازت ہے حتیٰ کہ کسی اور شخص نے نماز پڑھتے ہوئے کسی اور شخص سے جو نماز میں شامل نہیں ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنا اور درود شریف پڑھ لیا تو اس کی نماز جاتی رہی کیونکہ اس نے نماز میں ارادتاً اور تعظیماً اپنی توجہ حضورؐ کی طرف پھیر لی تھی اور تو اور۔ مولوی امجد علی صاحب بھی لکھتے ہیں نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود پڑھا نماز جاتی رہی۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۰۵۔ س ۱۹۱)

بے شک نیت دل کا فعل ہے (درمختار میں ہے المعتبر فیہا عمل القلب جلد ۱ ص ۲۸۵) نمازی جب اخلاص سے نماز کی نیت باندھتا ہے تو اسے پوری نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور خوف و ہیبت اور بندگی و عاجزی سے حاضر رہنا چاہئے پوری نماز میں وہ کسی اور طرف نیت نہ پھیرے ورنہ نماز نہ رہے گی اور توجہ مقصود پر نہ جمے گی مومن کمال التفات سے اپنے مقصود پر توجہ جما لے تو وہ نماز کی سعادت کو پالے گا امام ربانی مجدد الف ثانیؒ (۱۰۳۵ھ) ایک خط میں لکھتے ہیں:

> جب تو ہمت (ہمت صوفیائے کرام کی ایک اصطلاح ہے اس کی تفصیل آگے آئے گی) کو پوری توجہ سے طلب کرے تو تجھے بشارت ہو کہ تو صحیح اور کامیاب واپس لوٹے گا لیکن اس میں ایک ضروری شرط ہے وہ یہ کہ قبلہ توجہ صرف ایک ہو توجہ اگر ایک مقصود سے تجاوز کرے گی تو یہ سالک کا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔ (المنتخبات ص ۳۲)

مومن نماز سے اپنے روحانی سفر کی ابتداء کرتا ہے اور اس کی انتہا بھی نماز میں ہی کھلتی ہے اس منتہی درجہ میں پھر کئی مقامات ہیں اور ترقی کی کوئی انتہا نہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی قرب الٰہی کی لذت کسی ایک مقام پر منتہی نہ تھی آپؐ کی ہر نماز میں قرب الٰہی کی ایک نئی دولت ملتی تھی۔ پس مومن جب تک نماز میں ہے وہ اس نیت کا پابند ہے جو اس

نے ابتداءِ نماز میں کی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے وہ نماز میں کسی وقت اس نیت سے باہر آ کر کسی دوسری طرف پھرنے کا مجاز نہیں۔ علامہ طحطاویؒ لکھتے ہیں:

الاخلاص للہ تعالیٰ علی معنی انہ لا یشرک معہ غیرہ فی العبادۃ۔

ترجمہ: نیت کو خدا تعالیٰ کے خالص کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ اس میں کسی اور کو اس کے ساتھ نہ ملائے۔ (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۳۸۵)

## نماز مومنوں کی معراج ہے

نماز مومن کی معراج ہے اور اسی سے وہ زینہ بزینہ روحانی مقامات طے کرتا ہے پس نماز کی ہر دخل شیطانی سے حفاظت کرنا بہت ضروری ہے نماز کا جوہر یہ ہے کہ قبلہ توجہ اور مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے مومن کے لئے یہ دنیا امتحان گاہ ہے یہاں عبادت بھی امتحان کا مورد بنتی ہے اور شیطان نمازی کو بھی ہر قدم پر نماز کے ثمرات اور اس کی صحیح کیفیات سے محروم کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں کہا تھا کہ میں تیرے بندوں پر ہر طرف سے حملہ کروں گا اور اس کا یہ حملہ آج تک جاری ہے ہاں جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں ان پر اسے قبضہ نہیں ملتا۔ اور یہ ان پر خدا کی نظر کرم ہے۔

نماز میں دوراز کار خیالات کی آمد اور طرح طرح کے وسوسے نماز کی آفتیں ہیں ان کی وجہ سے نمازی یکسوئی اور خشوع کی لذت سے محروم رہتا ہے پھر ان آفتوں کے کئی درجے ہیں اور اندھیروں پر اندھیرے ہیں سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ نماز میں توجہ ماسوی اللہ پر بھی لگی رہے اور یہ توجہ تعظیم و احترام کی انتہائی شان کے ساتھ ہو اس صورت میں یہ محض دھیان یا خیال نہ رہے گا عبادت بن جائے گا اور اللہ رب العزت کی عبادت کے ساتھ ساتھ ایک اور متوازی عبادت راہ پائے گی۔ یہی شرک ہے پھر جب اس قسم کا دھیان خود لایا جائے اور اس موضوع پر اس طرح توجہ جمائی جائے کہ نمازی کی توجہ اللہ تعالیٰ پر بھی نہ رہے اس سے پھر

جائے جسے صرفِ ہمت (پوری توجہ پھیرنا) کہتے ہیں تو یہ ایمان کی پوری ہلاکت ہے۔ ضروری ہے کہ نماز کی ہر دخل شیطانی سے حفاظت کی جائے۔ قرآن کریم میں ہے:

حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین (پ۲ البقرہ ع۳۱)

ترجمہ: حفاظت کرو سب نمازوں کی اور درمیانی نماز کی اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے۔

اس آیت شریفہ میں نماز کی حفاظت کی یہ راہ بتلائی کہ اس میں پوری عاجزی سے اللہ کے حضور میں کھڑے رہو ایسی کوئی حرکت یا نیت نہ کرو کہ جس سے معلوم ہو کہ اب تم نماز نہیں پڑھ رہے یا تم نے اللہ کے سامنے حاضر ہونے سے نیت بدل لی ہے اور توجہ کسی اور طرف پھیر لی ہے۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ پوری نماز میں اللہ کے حضور میں حاضر رہنا چاہئے اور یہی ارادہ و ہمت نماز کی پوری حفاظت ہے درمیانی نمازعین اس وقت آئی جب انسان زیادہ تر دنیوی امور میں مصروف ہوتا ہے اور اس کی توجہ کئی طرف بٹی ہوتی ہے اس کا خصوصی ذکر فرما کر تاکید کی کہ اس نماز کو یکسوئی اور ادب کی لازوال دولت سے آباد کرو جس طرح کی یہ نماز ہے اسی طرح پوری پابندی سے ادا کی جائے نمازوں میں ترتیب رہے وقت پر پڑھی جائیں۔ ارکان سُنت کے مطابق ادا کئے جائیں اسی طرح نماز کی یہ حفاظت بھی کی جائے کہ اسے اندرونی آفتوں سے بچایا جائے دوراز کار خیالات کی آمد سے کسی دوسری طرف توجہ جمانے اور صرف ہمت کرنے سے اس کی پوری حفاظت کی جائے، اور قوموا اللہ قانتین کے حکم الٰہی کے تحت پوری نماز میں اللہ کے حضور میں حاضری رہے اور ارادہ عبادت کی انتہائی حالت قنوت اور عاجزی صرف اسی کے سامنے ہو۔

## قرآنی مضامین بہ نیت تلاوت

نماز میں قرآن شریف کی قرأت کرتے ہوئے ان واقعات اور مضامین کی طرف ذہن چلا جاتا ہے جو اس حصہ قرأت میں مذکور ہوں اور ان میں بسا اوقات خطاب کے صیغے بھی

آجاتے ہیں جیسے وانی لاظنک یافرعون مثبورا۔ (پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۱۲) تو ایسے موقعوں پر نماز پڑھنے والے کو ہمیشہ تلاوت کی نیت رکھنی چاہئے۔ تلاوت سے مراد ان الفاظ اور مضامین کی ثانوی ادائیگی ہے۔ یہ عبادات اور الفاظ جب اپنے موضوع پر کہے گئے تھے تو یہ ان کی اولی ادائیگی تھی اب انہیں جب بھی دہرائیں یہ ان کی ثانوی ادائیگی ہوگی۔ عربی میں تلاوت ثانوی ادائیگی کو کہتے ہیں۔ چاند سورج کے پیچھے پیچھے چلے تو اسے

والشمس وضحہا والقمر اذا تلاہا۔ (پ۔۳۰)

ترجمہ: (قسم ہے سورج کی اور دھوپ چڑھنے کی اس کی اور چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے آئے) سے ذکر کیا گیا ہے۔

نماز میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے کہیں خطاب کے الفاظ آئیں تو یہ خیال نہ کرے کہ میں اب اس شخص کو مخاطب کر رہا ہوں۔ انبیاء کرام کا ذکر آئے اور وہ آیات آئیں جب اللہ تعالیٰ نے انہیں مخاطب کیا تھا تو یہ نیت نہ کرے کہ میں اب ان پیغمبروں کے سامنے حاضری دے رہا ہوں اور انہیں پکار رہا ہوں۔ ان آیات کی قرأت بر سبیل حکایت کرے کہ یہ واقعات کبھی پیش آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں کو اس طرح خطاب کیا تھا اگر نمازی یہ نیت کرے کہ وہ اب ان پیغمبروں کو پکار رہا ہے تو اس کی نماز نماز نہ رہے گی ان آیات کا پڑھنا ہمیشہ بہ نیت تلاوت ہونا چاہئے۔

جب ان آیات کی تلاوت کرے۔ یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ... یاابراہیم قد صدقت الرؤیا... وما تلک بیمینک یا موسیٰ... یازکریا انا نبشرک بغلام... یایحیی خذ الکتاب بقوۃ... یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی... یا ایہا المدثر قم فانذر... تو ان خطابات سے بر سبیل نقل واقعات گزرے انشاء (بات اپنی طرف سے کہنے) کی نیت نہ کرے یہ نہ سمجھے کہ میں ان پیغمبروں کو پکار رہا

ہوں اپنی نیت یہی رکھے کہ میں خدا کے حضور میں حاضر ہوں اور اسی کے سامنے سراپا عجز و بندگی ہوں یہ بھی نماز کی حفاظت ہے قوموا اللہ قانتین۔ پر عمل ہے اور اپنی نیت عبادت کو ایک مقصود پر جمانا ہے اس سے توجہ پوری ہمت سے ایک طرف لگ جاتی ہے اس مقام پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا یہ ارشاد بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

خطاب کردن بہ بشر در نماز منہی عنہ است۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱ ص ۴۱۰)

ترجمہ: نماز میں انسان سے مخاطب ہونا ممنوع ہے۔

## تشہد کی حالت میں نمازی کی نیت

تشہد میں بھی نمازی اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہے اور وہ اس وقت بھی قوموا للہ قانتین پر عمل پیرا ہے اب بھی اس کی یہی نیت ہے کہ وہ اللہ کے حضور میں حاضر ہے اور اللہ تعالیٰ سے توجہ پھرنے اور صرف ہمت کرنے کی اسے یہاں بھی اجازت نہیں۔

تشہد میں جب وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے تو اس وقت بھی وہ اللہ کے حضور میں حاضر ہے پوری نماز خدا کی بندگی ہے اور نماز کے کسی بھی حصے میں اسے نماز کی نیت سے نکلنے کی اجازت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھتے ہوئے اگر وہ خدا تعالیٰ سے توجہ پھیر لے اور یہ نیت کر لے کہ اب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر حاضر ہوں تو اس نیت بدلنے سے نماز نماز نہ رہے گی۔ یہ صرف ہمت ہے جو ممنوع ہے السلام علیک ایہا النبی کہتے ہوئے بھی وہ یہی عقیدہ رکھے کہ وہ خدا کے سامنے پیش ہے اور حضور کو جو سلام بھیج رہا ہے وہ اللہ کے فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کر دیں گے. یہ پیغام رسانی فرشتوں کے سپرد ہے اور وہ زمین پر سیاحت کرتے پھرتے ہیں. جہاں کسی نے سلام بھیجا وہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔ نمازی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ سے توجہ ہٹا کر اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا دے اسلام اس صرفِ ہمت کی اجازت نہیں

دیتا نماز عبادت ہے اور صرف اللہ کی عبادت ہے۔ اس میں ارادہ عبادت کی انتہائی حالت اللہ کے سوا کسی اور متعلق کرنے کی اجازت نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تشہد میں خطاب کرنے کی تین صورتیں ہیں ان میں سے جو صورت بھی اختیار کی جائے اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹانے اور حضورؐ کی طرف صرفِ ہمت کرنے کی کہیں گنجائش نہ ملے گی۔

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہونے کی بجائے وہ حضور اکرمؐ کی شخصیت کریمہ کو اپنے دل میں لا کر آپ پر بایں عقیدہ سلام عرض کرے کہ فرشتے اسے حضورؐ کی خدمت میں پہنچا دیں گے، اور وہ خود صرف خدا کے حضور میں حاضر رہنے کی نیت رکھے اس صورت میں اس نے حضورؐ کے خیال میں اپنی توجہ خدا سے نہیں ہٹائی نہ صرف ہمت کی ہے اسے اسلام علیک کہتے ہوئے پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ اس کا درود و سلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا رہے ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ نے خطاب کی یہ صورت تجویز کی ہے۔

> واحضر فی قلبك النبی صلی اللہ علیه وسلم و شخصه الكریم وقل السلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبركاته ولیصدق املك فی انه یبلغه۔ (احیاء علوم الدین جلد ۱)
>
> ترجمہ: اور تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی شخصیت کریمہ کو دل میں حاضر کر اور کہہ اے نبی آپ پر سلام ہو، اور تیری امید پوری ہونی چاہیے کہ یہ سلام حضورؐ کو (فرشتوں کے ذریعہ) پہنچ جاتا ہے۔

۲۔ نمازی اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہوئے اگر اس اونچے درجے پر جا پہنچے کہ

التحیات للہ کہتے ہوئے اس کے لئے عالم ملکوت کا دروازہ کھل جائے اسے واقعی اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری نصیب ہو اور وہ دربار الٰہی میں باریابی پالے اور پھر وہ خدا کے حضور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاضر پائے تو اللہ سے توجہ ہٹائے بغیر وہ حضور پر براہِ راست سلام پیش کر دے۔ فرشتوں کا تصور بھی درمیان میں نہ رہے تو اس سلام بھیجنے سے بھی اس نے اللہ تعالیٰ سے توجہ نہیں ہٹائی نہ وہ صرف ہمت کا مرتکب ہوا ہے یہ حضورؐ کی طرف دھیان باندھنا نہیں۔ بلکہ عالم ملکوت کے انکشاف پر خود کو سامنے آجانا ہے۔ فقہاء اسلام کہتے ہیں کہ اس طرح حضورؐ پر سلام عرض کرنا انہی لوگوں کی منزل ہے جو اس مقام کے ہوں۔ حضرت علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

> ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول فی حریم الحی الذی لا یموت فقرت اعینهم بالمناجات فنبهوا علی ان ذالک بواسط نبی الرحمة وبرکة متابعته فاذا التفتوا فاذا الحبیب فی حریم الحبیب حاضر فاقبلوا علیه قائلین السلام علیک ایها النبی ورحمة اللہ وبرکة۔ (شرح صحیح البخاری جلد ۲ ص ۱۱۱)

> ترجمہ: ایسے نمازی جب التحیات کہتے ہوئے باب ملکوت پر دستک دیتے ہیں تو انہیں اس ذات واجب کے دربار میں جو ہمیشہ کے لئے زندہ ہے حاضری کی اجازت مل جاتی ہے اس کی مناجات سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں انہیں اس وقت بتلایا جاتا ہے کہ یہ مقام انہیں نبی رحمت کے طفیل اور آپ کی تابعداری کی برکت سے ملا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے حضور میں موجود پاتے ہیں تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے السلام علیک ایہا النبی کہتے ہوئے سلام عرض کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا تنبیہ خود دھیان میں لانا اور آپ پر پوری توجہ جمانا یہاں

تک کہ خدا سے بھی توجہ ہٹ جائے اور صرفِ ہمت ہو جائے یہ وہ صورت نہیں صرفِ ہمت کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں ہے نماز عبادت ہے اور ایک خدا کی عبادت ہے خدا تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے کی نیت بدل کر یہ نیت باندھنا کہ اب میں حضورؐ کے سامنے حاضر ہو گیا ہوں۔ اس سے نماز کی یہ نیت کہ یہ خدا تعالیٰ کی بندگی ہے، بالکل بدل جاتی ہے۔

۳۔ نمازی تشہد میں السلام علیک ایھا النبی واقعہ معراج کی یاد میں کہے یہ تشہد اس رات کا ایک تذکرہ ہے معراج کی رات حضور اکرمؐ نے التحیات للہ... والصلوات... والطیبات کہہ کر تین تحفے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کئے تھے کہ سب زبانی عبادتیں، بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں صرف اللہ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں تین تحفے حضورؐ پر پیش فرمائے تھے۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اے میرے پیغمبر آپ پر سلام رحمت اور برکت ہو۔

نماز میں حضورؐ پر سلام واقعہ معراج کی حکایت ہے۔ اور یہ سلام دراصل بندے کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے اس کے حبیب پاکؐ پر پیش ہوا تھا۔ اور مومن اب اس سلام کے ضمن میں اپنا سلام عرض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے سلام کی حکایت اَب بندۂ مومن کی طرف سے ہدیہ سلام ہے۔

حنفیہ کے جلیل القدر محقق علامہ ابن نجیم (۹۶۹ھ) لکھتے ہیں:

> اما قوله السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته حکایة سلام الله تعالیٰ علی نبیه علیه الصلوٰة والسلام فهی ثلثة بمقابلة الثلاث التی اثنیٰ بها النبیؐ علی ربه لیلة الاسراء۔

ترجمہ: السلام علیک ایھا النبی دراصل اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت ہے۔ جو اس نے اپنے نبی پاکؐ پر معراج کی رات بھیجا تھا۔ یہ تین تحفے ان تینوں

تعریفوں کے جواب میں ملے تھے جو اس رات آپؐ نے اپنے پروردگار کے حضور میں پیش کی تھیں ۔ (البحرالرائق جلد ا ص ۳۴۳)

پس نمازی کا سلام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر واقعہ معراج کی حکایت کے ضمن میں پہنچتا ہے سلام پیش کرنے کی یہ تیسری صورت ادا ہے ان تینوں صورتوں میں سے جو بھی پیش نظر ہو صرفِ ہمت کا کسی میں شائبہ نہیں ۔

# ہمت کی اصطلاح

## ارادہ عبادت کی انتہائی حالت

خدا تعالیٰ کی طرف پوری توجہ لگائے رکھنا نمازی کا جوہر ہے ارادہ عبادت کی انتہائی حالت کو صوفیہ کرام کی اصطلاح میں ہمت کہتے ہیں ۔ مومن جب پورے اشتیاق سے خالص مقصود کی طرف دھیان جمالے تو اس ہمت کے مرد نماز میں اپنے خدا کو پالیتے ہیں ایسے نمازیوں کو نماز میں خدا ملتا ہے اور نماز ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے ۔ ارادہ عبادت کی اس انتہائی حالت میں نمازی جب تک خود رُخ نہ بدلے کسی اور طرف توجہ کرنا اس کے لئے ممکن نہیں رہتا ۔

ہمت صوفیہ کرام کی اصطلاح میں ارادہ عبادت کی انتہائی حالت کا نام ہے عام نمازی آغاز نماز میں تو اخلاص نیت سے چلتے ہیں صرف ایک طرف نیت باندھتے ہیں کہ خدا کے سامنے حاضر ہیں لیکن پوری نماز اسی کیفیت سے ختم کرنا صرف اہل ہمت کو ہی نصیب ہوتا ہے ۔ یہ کیفیت اونچے درجے کے مومنین کو نماز میں ہمہ وقت حاصل رہتی ہے ۔ اور وہ اپنی توجہ کسی اور طرف نہیں پھیر پاتے ۔ شیخ السلام حضرت شیخ ہرویؒ منازل السائرین میں لکھتے ہیں:

(باب الھمۃ) الھمۃ مایملک الانبعاث للمقصود صرفاً۔

(منازل اسائرین جلد ۳ ص ۱)

ترجمہ: ہمت (بندہ مومن کا) وہ ارادہ ہے جس کے تحت وہ مقصود حقیقی کی طرف پورے اشتیاق سے متوجہ ہو (اس پر اس طرح دھیان لگائے کہ اپنے مقصود کے سوا کسی اور طرف توجہ نہ ہو سکے)

مدارج السالکین میں ہے:

الهمة فعلة من الهم وهو مبدء الارادة ولكن خصوها بنهاية الارادة فالهم مبدءها والهمة نهايتها۔ (احیاء العلوم جلد ا ص ۱۶۲)

ترجمہ: ہمت فعلتہ کے وزن پر ہے۔ اس کی اصل ہَم ہے یہ ارادہ کی ابتدائی حالت ہے جب حالت انتہائی درجے میں ہو تو اسے ہمت کہتے ہیں ھَم ابتداء ہے اور ہمت اس کی انتہا۔

ارادہ عبادت اس درجے میں ہو تو مومن کو حضور قلب کی دولت مل جاتی ہے اور دل عبادت میں لگ جاتا ہے۔ حضرت امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

ان حضور القلب سببه الهمة فان قلبك تابع لهمتك فلا يحضر فيما يهمك۔ (احیاء العلوم جلد ا ص ۱۶۲)

ترجمہ: بے شک حضور قلب کا ذریعہ ہمت ہے جب تک تیرا دل تیری ہمت کے ساتھ ساتھ چلے گا تو حضور اسی مقصود کا ہوگا جہاں تیری ہمت لگی ہے۔

نماز میں بندہ کی پوری توجہ جب صرف خدا تعالیٰ پر جمی ہو کسی اور طرف نہ لگے تو یہ حضور قلب کا مقام ہے اور یہ دولت اسی وقت ملتی ہے جب اس پر یہ بات کھلی ہو کہ غرض مطلوب صرف اسی سے وابستہ ہے اور یہی ایمان ہے۔ امام غزالیؒ پھر لکھتے ہیں:

فلا حيلة ولا علاج لاحضار القلب الا بصرف الهمة الى الصلوة والهمة لا تنصرف اليها ما لم يتبين ان الغرض المطلوب منوط

بہا وذالک ہوالایمان۔ (احیاء العلوم جلد ۱ ص ۱۶۲)

ترجمہ: حضورِ قلب کا مقام پانے کے لئے نماز کی طرف صرف ہمت
کے سوا اور کوئی حیلہ اور علاج نہیں اور ہمت (ارادہ کی انتہائی حالت)
نماز پر نہیں لگتی جب تک یہ نہ واضح ہو جائے کہ مطلوب تک پہنچنا اسی
سے وابستہ ہے اور یہی ایمان ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ صرف ہمت یہ ہے کہ دل اپنے مقصود حقیقی سے ایک لمحہ کے لیے بھی غائب نہ ہونے پائے یہ حضور قلب کا مقام ہے اور حضور یہ ہے کہ اس میں ذرا غفلت نہ ہو۔ ارادہ کی انتہائی حالت پوری نماز میں قائم رہے دل کسی اور طرف ذرا بھی نہ جھکے تو اس ہمت کے مرد حضور قلب کا مقام پالیتے ہیں بندہ مومن سے ارادہ عبادت کی یہ انتہائی حالت مطلوب ہے۔ یہ قصدِ دل جب انتہائی توجہ سے (جس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی اور طرف توجہ نہ رہے) قائم ہو تو مومن اپنے اس نیک سفر سے کامیاب واپس لوٹتا ہے۔ حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانیؒ (۱۰۳۵ھ) مرزا بدیع الزمانؒ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

وحیث طلبت الھمۃ من کمال الالتفات فبشری لک ترجع سالما وغانماً
لکن لا بہ من ان تراعی شرطا واحداً وھو توحید قبلۃ التوجہ فان جعل
قبلۃ التوجہ متعددۃ القاء السالک نفسہ الی التفرقۃ۔ (المنتخبات ص ۳۲)

ترجمہ: اور جب تو کیفیت ہمت کو پوری توجہ سے طلب کرے تو تجھے بشارت ہو کہ
تو سالم اور کامران اس مہم سے واپس لوٹے گا۔ لیکن اس میں ایک ضروری شرط
ہے اور وہ قبلہ توجہ کا ایک ہونا ہے۔ (کہ توجہ صرف ایک ہی طرف ہو) توجہ اگر
کئی طرف رہے تو سالک نے اپنی جان کو تفرقہ میں ڈال دیا (جس سے توجہ کسی
مقصود پر نہ جم سکے گی حالانکہ وہی ہمت کا تقاضا تھا)

مدارج السالکین میں ہے:

> ان ہمۃ العبد اذا تعلقت بالحق تعالیٰ طلباً صادقاً خالصاً محصناً فتلک ہی الھمۃ العالیہ۔ (مدارج السالکین جلد ۲ ص ۲)
>
> ترجمہ: بندہ کی ساری توجہ جب طلب صادق سے اللہ تعالیٰ سے جا لگے اور یہ توجہ خالصتاً صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہو، کسی اور طرف توجہ کرنے کی کوئی راہ باقی نہ رہے تو یہ ہمت عالیہ ہے۔

دوسری طرف توجہ کرنے کی کوئی راہ باقی نہ رہنا مقام احسان ہے کہ باقی ہر ایک کے لئے اب یہاں رکاوٹ ہو۔ اس ہمت والے مرد اپنی منزل پر جلد پہنچتے ہیں اور اپنے مقصود کو پا لیتے ہیں۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

> الھمۃ عبادۃ عن اجتماع الخاطر و تاکد العزیمۃ بصورۃ التمنی والطلب بحیث لا یخطر فی القلب خاطر سوی ہذا المراد کطلب العطشان الماء۔ (القول الجمیل ص ۹۵ فصل ششم)
>
> ترجمہ: ہمت کے معنی اپنے دل کو طلب و آرزو کے ساتھ ایک مقصد پر ٹھہرانا اور اس پر عزم کو اس طرح جمانا ہے کہ دل میں اس خاص مقصد کے سوا اور کسی بات کی طرف دھیان نہ رہے۔ جیسے پیاسے کو پیاس کے وقت بس پانی کی ہی طلب ہوتی ہے۔

پیاسا پیاس کی حالت میں کتنے ہی حالت سے کیوں نہ گزرے اس کی ہمت پانی پر ہی جمی ہوتی ہے اور اس کی توجہ اس میں لٹکی ہوتی ہے۔ اہل حق کے نزدیک مومن کی ہمت نماز میں صرف اللہ تعالیٰ پر جمی رہنی چاہئے اور وہ پوری پوری طلب و آرزو سے اس قبلہ مقصود پر اپنا دھیان جمائے رکھے۔ خیالات کتنے ہی کیوں نہ گزریں وہ دھیان صرف خدا پر جمائے۔ خیال

آنا اور دھیان جمانا دو مختلف حالتیں ہیں۔ دھیان جمانے کی حالت صرف خدا سے متعلق ہونی چاہیے مومن کے لئے دل کسی اور طرف پھیرنا خواہ وہ انبیاء ہوں یا فرشتے اس کے ارادہ ہمت کے خلاف ہونا چاہئے۔ ''صرفِ ہمت'' سے مراد دل کو مقصود سے پھیر لینا ہے اور ہمت سے مراد اسے مقصود پر جمائے رکھنا ہے۔

کاملین مقصود پر توجہ جمانے میں اتنے کامیاب ہوتے ہیں کہ فنا فی اللہ کا مقام پا لیتے ہیں۔ اس مقام میں خیال لانا تو درکنار خیال آنا بھی باقی نہیں رہتا یہ مقام فنا بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے لیکن ہمت اور قصدِ دل باندھنا مومن کے لئے خدا کے سوا اور کسی طرف جائز نہیں۔ نماز میں بلا قصد کتنے ہی خیالات آئیں اللہ تعالیٰ سے درگزر اور معافی کی امید ہے لیکن توجہ کو قصداً خدا سے ہٹانا اور صرف ہمت کر کے اسے اپنے پیر و مرشد یا کسی ولی و پیغمبر پر جمانا نماز کے لئے بہت بڑی آفت ہے اور نماز کے مقام توحید میں شیطان کی صریح مداخلت ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

> قلب ماسوی اللہ سے چھٹکارا حاصل کر کے سلامتی پائے اور (مقصود کے سوا) ہر چیز کے دیکھنے اور سمجھنے سے فارغ ہو جائے۔ اس مقام پر اللہ کے سوا کسی کا خیال بتکلف بھی اسے یاد دلائیں وہ ادھر نہ آئے گا۔ دل میں اس کا ہرگز خیال نہ گزرے گا۔ ہمیشہ اپنے مطلوب میں مستغرق اور رفتار ہے گا۔ جب معاملہ یہاں تک پہنچے تو سمجھو ایک قدم اس راہ میں اٹھ گیا ہے۔

(دیکھئے مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب نمبر ۴۹ ص ۹۵)

## نماز سے باہر شغل رابطہ

مومن جب نماز میں نہ ہو اور اپنے شیخ سے روحانی فیض چاہے تو اپنی ہمت کو شیخ و مرشد پر پوری طرح متوجہ کر سکتا ہے لیکن یہ عبادت نہیں استفاضہ ہے گویا وہ اپنے شیخ و

مُرشد کے سامنے حاضر ہے اور انوار الٰہی شیخ کے واسطہ سے اس کے دل پر اتر رہے ہیں۔

بعض حضرات نے شغل رابطہ میں برقعیت کی راہ اختیار کی ہے اس میں شیخ و مرشد اس کے لئے بمنزلہ لباس ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ کے حضور میں حاضر ہے اور شیخ اس پر برقعہ کی صورت میں محیط ہے۔ جس میں وہ گھرا ہوا ہے یہ شغل رابطہ عبادت میں صرف ہمت نہیں۔ نہ اس میں توجہ خدا سے ہٹتی ہے نہ صرفِ ہمت ہوتا ہے۔ اس تجویز سے اختلاف ہوسکتا ہے اس میں آنے والے خطروں سے بھی انکار نہیں لیکن یہ بھی درست ہے کہ اس میں شیخ و مرشد کی طرف سے صرفِ ہمت نہیں جو صریح شرک ہے۔

نماز میں شیخ و مرشد کی طرف توجہ باندھنا اور خیال جمانا کسی طرح بھی جائز ہوتا تو بعض اہل تصوف یہ صورت ہرگز تجویز نہ کرتے صورت برقعیہ میں شیخ بھی عابد قرار پاتا ہے معبود نہیں جناب پیر مہر علی شاہ صاحب لکھتے ہیں:

> عند التحقیق اس پر کوئی قباحت شرعیہ لازم نہیں خصوصاً تصویر برقعیہ پر یعنی خلع تعین خود صورت شیخ کو برقعہ کی طرح اپنے اوپر کر لینا کہ اس صورت میں تعین و مقصود تعین، شیخ، عابد ہوگا نہ معبود۔ (مہر منیر ص ۴۸۰)

یہ تجویز بتا رہی ہے کہ نماز میں شیخ کی طرف صرفِ ہمت کی جناب پیر صاحب بھی اجازت نہیں دے رہے ورنہ آپ یہ صورت برقعیہ ہرگز تجویز نہ کرتے اس صورت میں شیخ قبلۂ مقصود نہیں بنتا وہ صرف خدا کی ذات رہتی ہے اس سے توجہ نہیں ہٹتی نہ صرفِ ہمت ہوتا ہے۔ شغل رابطہ کی صورت جو اس راہ کے سالکین سے ملتی ہے وہ نماز سے باہر ہوتی ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ سالک شیخ کے حضور میں اس طرح بیٹھے گویا اپنے آپ کو اس میں کھو چکا ہے پھر شیخ سے دوری کی حالت میں بھی اس کا دھیان اسے فیضِ صحبت سے فیض یاب کرے گا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

فاذا صحبه خلی نفسه عن کل شی الا محبته و ینظر لما یفیض منه ویغمض عینیه او یفتحهما وینظر بین عینی الشیخ فاذا فاض شی فلیتبعه بمجامع قلبه ولیحافظ علیه واذا غاب الشیخ عنه یخیل صورته بین عینیه بوصف المحبة والتعظیم فتفید صورته ما تفید صحبته (القول الجمیل ص )

ترجمہ: جب وہ شیخ کی صحبت میں بیٹھے اپنے دل کو شیخ کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کر لے اور اس کی طرف سے فیض کا منتظر رہے اپنی آنکھوں کو بند کرے یا کھلا رکھے اور شیخ کی آنکھوں کے بیچ دیکھتا رہے پھر جب (شیخ کی طرف سے) فیض آئے تو پورے دل کے دھیان سے اس کے پیچھے پڑے اور اس کی نگہبانی کرے۔ اور شیخ کی عدم موجودگی میں اس کی صورت پوری محبت و تعظیم سے اپنی آنکھوں کے سامنے لائے۔ شیخ کی یہ خیالی صورت اسے اسی طرح فیض پہنچائے گی جیسے اس کی صحبت سے اُسے فیض پہنچتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ شغل رابطہ نماز میں نہیں دوسرے اوقات کا عمل ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے بھی ایک مقام پر اس کا ذکر کیا ہے:

وتصویر شغل مذکور این است کہ برائے دفع خطرات و جمعیت ہمت صورت شیخ را کما ینبغی بہ تعین و تشخیص در خیال حاضر کنند و خود باادب و تعظیم تمام بہمگی ہمت خود متوجہ بآں صورت مے شوند کہ گویا باآداب و تعظیم بسیار رو بروئے شیخ نشستہ اند و دل بالکل بآں سو متوجہ مے سازند (صراط مستقیم ص ۱۱۸ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی حضرت شہیدؒ کی طرح اس کی اجازت دی ہے)

ترجمہ: شغل مذکور کی عملی شکل ہے کہ خطرات کے دفع کرنے اور یکسوئی پیدا

> کرنے کے لیے شیخ کی صورت کو پوری تعین اور تشخیص کے ساتھ جیسا ہونا چاہئے اپنے خیال میں حاضر کریں اور پورے ادب و تعظیم اور ہمت کے ساتھ اس کی صورت پر متوجہ ہوں۔ گویا پورے آداب اور تعظیم کے ساتھ شیخ کے سامنے بیٹھے ہیں اور دل کو پورے طور پر اس کی طرف متوجہ کئے ہوئے ہیں۔

اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اس شغل رابطہ کے یکسر خلاف نہیں۔ ہاں وہ نماز کے اندر اس کے ہرگز قائل نہیں۔ صوفیہ کرام نے جہاں بھی اس کی تجویز کی ہے نماز کے باہر کی ہے۔ شغل رابطہ میں سالک عامل اور غافل جاہل میں فرق کرنا ضروری ہے۔ جاہل متصوف نماز میں بھی شیخ و مرشد یا فرشتہ و پیغمبر کا تصور باندھ لیتے ہیں۔ انہیں کون روکے؟ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ عمل ہرگز اسلام کا نہیں. شرک کی نہایت تاریک راہ ہے۔ حضرت مولانا عبدالحیؒ صراط مستقیم میں لکھتے ہیں کہ نماز میں یہ شغل کرنا اس سے بدتر ہے کہ انسان دنیا کی کسی عام چیز میں کھو جائے۔ یہ معمولی چیزیں صرف اس کی غفلت کا نشان ہوں گی۔ ان میں شرک کا اندیشہ نہ ہوگا لیکن نماز میں شیخ کی طرف دھیان جمانا یہاں تک کہ خدا کی طرف سے بھی توجہ ہٹا لینا "صرفِ ہمت کرنا" شرک نہیں تو کون سا ایمان ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی۔ اپنے شیخ و مرشد حضرت سید احمد بریلویؒ کے ارشاد سے لکھی ہے۔ اس عبارت میں موضوع تردید نماز میں شیخ کی طرف صرفِ ہمت کرنا ہے اتفاقاً کسی خیال کا آنا نہیں ہے۔

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہے کہ ہمت کوئی عام لفظ نہیں جسے محض ایک خیال کہہ دیا جائے بلکہ یہ ایک خاص اصطلاح ہے اور یہ بندۂ مومن کی وہ حالت ہے جب وہ ایک مقصود پر اپنی توجہ جما لے اس کے لئے یہ لازم ہے کہ قصد دل کی یہ کھڑکی کسی اور طرف نہ کھلی ہو نماز میں یہ قصدِ دل صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ارادہ عبادت کی انتہائی حالت اللہ رب العزت کے سوا اور کسی کے لائق نہیں۔ صرفِ ہمت کی اصطلاح خیال، وسوسے واردات اور مکاشفات

سے کہیں مختلف ہے اہل علم میں سے بھی اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اہل دل بھی ہوں۔

## مقصود سے توجہ ہٹنے کی مختلف صورتیں

سب اہل علم اس پر متفق ہیں کہ نماز میں مقصود حقیقی صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان ارادہ عبادت کے باوجود دانستہ یا نادانستہ بہت سے دوسرے خیالات میں بھی کھو جاتا ہے۔ مشائخ اور پیر و مرشد روحانی طبیب ہوتے ہیں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے متوسلین اور عقیدت مندوں کو بتدریج نفسانی ظلمتوں سے نکالیں بڑی آفتوں سے نکال کر چھوٹی آفتوں پر لے آئیں اور پھر چھوٹی آفتیں بھی ایک ایک کر کے چھوٹتی جائیں۔ یہاں تک کہ سالک اپنے مقصود کو پالے مقصود سے توجہ ہٹنے کی مختلف صورتیں ہیں سب سے ادنیٰ صورت نماز میں دنیوی چیزوں کا خیال ہے اور سب سے بدتر صورت یہ ہے کہ انسان نماز میں اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹا کر اپنے مرشد کے سامنے حاضر ہونے کی نیت باندھ لے اور عقیدۂ توحید سے منہ پھیر لے۔

۱۔ خیالات اور وسوسے بھی کئی طرح کے ہیں نماز میں دنیوی چیزوں کا خیال آنا بُرا ہے لیکن گناہ کا خیال جیسے زنا کا وسوسہ اس سے بھی زیادہ بُرا ہے نماز میں دنیوی خیالات عبادت کی لذت سے محروم رکھتے ہیں لیکن گناہ کا وسوسہ کئی ظلمتیں پیدا کرتا ہے۔ زنا کے وسوسے کی نسبت اپنی بیوی کا خیال کم بُرا ہے ویسے دونوں صورتیں نماز کی آفتیں ہیں۔

۲۔ اس سے بڑھ کر آفت یہ ہے کہ انسان نماز میں اس قسم کے خیالات خود لائے کہیں دکان کا حساب کتاب کرنے لگے اور کہیں مارکیٹوں میں گھومنے لگے۔ خیالات کا خود آنا بھی اچھی بات نہ تھی لیکن ایسے خیالات خود لانا اور بھی بُرا ہے۔ ایسا شخص چشمہ معرفت سے پیاسا واپس لوٹتا ہے اور گناہ کا خیال خود لانا اس سے بھی بدتر ہے۔

۳۔ اس سے بڑھ کر نماز میں کسی ذی وجاہت شخص کی تعظیم ہے نمازی نماز میں بادشاہ صدر کسی

وزیر یا کسی افسر سے احترام برتے امام ہو تو کسی چوہدری صاحب یا علاقہ دار کے لئے قرأت یا رکوع کو لمبا کر دے تو یہ صورت پہلی دو صورتوں سے بھی زیادہ بڑی آفت ہوگی۔ نماز اللہ کی انتہائے تعظیم تھی اس میں کسی اور تعظیم کو شامل کرنا کسی طرح جائز نہیں تھا۔

۴۔ نماز میں یہ احترام اگر کسی ایسے شخص کا نہ ہو جو محض دنیوی طور پر ذی وجاہت اور صاحب عزت ہو بلکہ ایسی شخصیت کا ہو جس سے نمازی کا ایمان اور تکریم کا تعلق ہو۔ وہ نماز میں اپنے پیر و مرشد یا کسی ولی اور بزرگ کی تکریم کرنے لگے یا کسی صحابی رسول کا نام سن کر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا حضورؐ کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنے لگے تو یہ صورت پچھلی تین صورتوں سے بھی زیادہ کڑی ہوگی کیونکہ اس میں نمازی عبادت الٰہی میں ایک اور روحانی تعظیم کو بھی شامل کر رہا ہے۔

۵۔ نماز میں کسی عظیم لائق احترام دینی شخصیت پر پوری توجہ جما دینا یہاں تک کہ خدا کا دھیان بھی نہ رہے ان تمام حالتوں سے زیادہ ضرر رساں ہے جو پہلے بیان ہوئیں اگر خدا سے عمداً توجہ ہٹائی جائے اور اسے کسی بزرگ یا فرشتے پر لگا دیا جائے تو یہ نماز کی سب سے بڑی آفت ہے اسے صرفِ ہمت کہتے ہیں اپنے پیر و مرشد یا کسی اور بزرگ اور ولی کی طرف توجہ باندھنے سے خدا کی عبادت جاتی رہے گی اور مخلوق کی عبادت راہ پالے گی مقصود سے توجہ ہٹنے کی مختلف صورتوں میں سے یہ بدترین صورت اور سب سے بڑی آفت ہے۔

پہلی دو صورتوں میں زد صرف عمل پر پڑتی ہے انسان عبادت کی لذت نہیں پاتا لیکن پچھلی دو صورتوں میں زد ایمان پر بھی پڑ رہی ہے جس کے بعد کچھ باقی نہیں رہتا۔

## نماز میں تصور برزخی کی غلط صورت

بعض جاہل صوفی نماز میں تصور بَرزخی کے قائل ہیں اور وہ نماز میں اپنے پیر یا کسی

بزرگ کا تصور باندھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے پیر کے واسطے سے اپنے خدا کی عبادت کر رہے ہیں اور پیر کے آئینہ میں انہیں خدا کا جلوہ نظر آرہا ہے۔ یہ وہی تصور ہے جو ہندوؤں نے اپنے بتوں کے بارے میں قائم کیا تھا وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بت جن بزرگوں کی یاد میں بنے ہیں وہ ان بزرگوں کے واسطے سے خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے اس قسم کے تصور برزخی کی راہ نکالنا اسلام پر ایک بڑا ظلم ہے اور خدا سے توجہ پھیر کر (صرفِ ہمت کر کے) ہمہ تن اپنے پیر میں ڈوب جانا نماز کی سب سے بڑی آفت ہے۔

برزخی ذکر میں مرید ہمہ تن شیخ کی طرف متوجہ رہتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ پیر خدا کی عبادت میں مشغول ہے اور پیر کو برزخ بنا کر اور درمیانی واسطہ ٹھہرا کر اس عبادت الٰہی میں شریک ہے اس میں مریدوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ خود ذکر نہ کریں تاکہ خدا کی طرف کہیں دھیان نہ چلا جائے ہمہ تن پیر کی طرف دھیان رکھیں۔ (معاذ اللہ)

مولانا احمد رضا خاں اس تصور برزخی کے قائل تھے لیکن نماز میں اسے اختیار کرنے کی انہوں نے بھی اجازت نہیں دی۔ یہ ان کے مریدوں کی اپنی اپنی ایجاد ہے کہ وہ نماز میں بھی اپنے پیر یا کسی بزرگ اور ولی کی طرف صرفِ ہمت کرنے لگے ہیں۔ ہاں مجلس ذکر میں وہ ضرور تصور برزخی کی تعلیم دیتے تھے ان کے ملفوظات میں ہے:

> ''شیخ کے حضور بیٹھ کر ذکر بھی نہ کرے کہ ذکر میں دوسری طرف (خدا کی طرف) مشغول ہوگا اور یہ حقیقتاً ممانعت ذکر نہیں بلکہ تکمیل ذکر ہے کہ وہ جو کرے گا بلا توسل ہوگا اور شیخ کی توجہ سے جو ذکر ہوگا وہ بتوسط ہوگا یہ (برزخی ذکر) اس سے بدرجہا افضل ہے۔'' (ملفوظات ۳ ص ۵۷)

اللہ کی شان دیکھئے کہ اللہ کے نام پر اللہ کے ذکر سے روکا جا رہا ہے کہیں خدا کی طرف

دھیان نہ چلا جائے اس کے لئے احتیاط بتلائی جا رہی ہے۔ برزخی ذکر کی یہ صورت اگر نماز میں بھی آجائے اور مریدین اپنے پیر کی طرف صرفِ ہمت کرنے لگیں تو پھر ہندوؤں کی بُت پرستی اور جاہل مسلمانوں کی صرفِ ہمت میں کیا فرق رہ جائے گا۔ لازم آئے گا کہ ایسے مسلمان بھی مشرک شمار ہوں یا ہندوؤں کی بُت پرستی بھی شرک نہ رہے۔

مولانا احمد رضا خاں نماز کے اندر تو صرفِ ہمت کے قائل نہ تھے لیکن ان کا ذہن اس طرف ضرور مائل تھا کہ ہندوؤں کی بُت پرستی کو شرک سے پاک قرار دیا جائے حضرت مرزا مظہر جاناںؒ کے نام ایک خط منسوب کر کے مولانا احمد رضا ہندوؤں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ان کی بت پرستی شرک سے منزہ (پاک) اور صوفیا کرام کے تصور برزخ کی مثل ہے۔ (احکام شریعت احمد رضا حصہ ۲ ص ۱۹۲) انگریز کے عہد میں ایک یہ وقت بھی آنا تھا کہ مسلمان تصور برزخی کی راہ سے ہندوؤں کی بُت پرستی سے سمجھوتہ کرنے لگیں وہ مشرک قومیں جن کے شرک میں اب تک کسی جائز تاویل نے راہ نہ پائی تھی اب اس کے لئے بھی راہ ہموار ہونے لگی بت بنانا بھی کفر نہ رہا اور بت خانے بنانے بھی جائز ہو گئے۔ انگریزی عہد میں مولوی فضل رسول بدایونی نے فتویٰ دیا تھا۔

بیبیند کہ ساختن بت کفر دیکھو بُت کا بنانا کفر نہیں اور اس کی
نیست و در جواز بیع آں تفصیل علی خرید و فروخت کے جائز ہونے میں کچھ
الاختلاف و مزدوری ساختن بتخانہ تفصیل ہے بُت خانہ بنانے کی مزدوری
و برافروختن نار معبود مجوس جائز۔ اور آتش پرستوں کی آگ جلانے کی
(فتوی مولوی فضل رسول بدایونی ص ۱۴ مطبوعہ مزدوری جائز ہے
الخلائق پریس ۱۲۲۸ھ شاہجہان آباد)

اگر ہندوؤں کی بت پرستی بھی شرک نہیں بتوں کی طرف توجہ باندھنا محض ایک برزخی

وجہ ہے عبادت حقیقت میں خدا کی ہو رہی ہے تو پھر شرک تو دنیا میں کہیں نہ ہوگا جاہلیت کے عرب بھی بتوں کی پوجا اسی نظریئے سے کرتے ہیں کہ وہ خدا کی عبادت میں ان کا وسیلہ ہیں قرآن کریم میں ان کا منقولہ یوں منقول ہے:

مانعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفا۔ (پ ۲۳ الزمر)

ہم انہیں اسی لئے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں قریب کر دیں اللہ کے۔ درجے میں۔

دنیا میں شرک ہمیشہ محبت اور عقیدت کی راہ سے آیا ہے مشرک خدا کے مقابلے میں معبود نہیں بناتے ان معبودوں کی طرف توجہ ان کی عقیدت اور محبت کے طور پر راہ خدا میں ایک وسیلہ سمجھ کر کرتے ہیں اور اس سے لذت عبادت کی تائید سمجھتے ہیں۔ پھر یہی شخصیتیں ان کی معبود بن جاتی ہیں۔ عبادت میں کسی بزرگ کی تصویر سامنے رکھنا یا کسی ولی پیغمبر اور فرشتے پر دھیان جمانا اس کی طرف توجہ باندھنا یا ارادہ عبادت کی انتہائی حالت میں صرفِ ہمت کرنا ایک ایسا زینہ ہے جس کے ذریعہ دنیا میں بت پرستی پھیلی مشرک قوموں کی تاریخ آپ کے سامنے ہے پہلے اسے بزرگوں کی محبت اور عقیدت کا نام دیا جاتا ہے پھر اس عقیدت کو عبادت میں داخل کیا جاتا ہے اور ان کی تصویر یا تصور برزخ (عبادت میں واسطہ) بنتے ہیں اور آخرکار یہ مشرک شرک کی اس دلدل میں جا گرتا ہے جہاں سے نکلنا پھر شاید ہی کسی کو نصیب ہو مولونا احمد رضا خود اقرار کرتے ہیں:

> دنیا میں بت پرستی کی ابتدا یوں ہوئی کہ صالحین (اللہ کے نیک بندوں) کی محبت میں ان کی تصاویر بنا کر رکھیں اور اس سے لذت عبادت کی تائید سمجھی شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔
>
> (عطایا القدیر فی حکم التصویر ص ۳ حسنی پریس بریلی)

یہ تاویل کہ عبادت میں بزرگوں کی تصویر تو جائز نہیں لیکن ان کا تصور جمانا جائز ہے لائق قبول نہیں خدا کی عبادت میں کسی تاویل سے کسی کو شریک نہ کیجئے عبادت میں خدا اور بندے کے مابین کوئی برزخ (درمیانی واسطہ) نہیں۔

# عبادت میں خدا اور بندے کے مابین کوئی برزخ نہیں

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اونچے درجے والے انبیاء کرام ہیں ان کا مرتبہ تمام ولیوں اور فرشتوں سے بالا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رسالتوں سے نوازا اور انہوں نے اللہ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچائے اور وہ خود بھی احکام الٰہی بجالائے ان پاک ہستیوں نے اپنے لئے بھی یہ حق باقی نہ رکھا کہ وہ عبادت میں خدا اور اس کے بندوں کے مابین واسطہ بنیں لوگوں کو کہیں کہ کچھ وقت تک ہماری عبادت کرو مرادیں ہم سے مانگو اپنا کارساز ہمیں سمجھو، ہماری عبادت کے توسط سے تم خدا کی عبادت کے لائق ہو گے۔ نہیں جوگیوں کا یہ تصور برزخی اسلام میں نہیں ملتا اس کے برعکس قرآن کریم کہتا ہے:

> ماکان لبشر ان یوتیه اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول
> للناس کونوا عباداً لی من دون اللہ ولکن کونوا ربانیین بما
> کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون۔ ولا یا
> مرکم ان تتخذ واالملکۃ والنبیین اربابا۔ط ایأمرکم
> بالکفر بعد اذانتم مسلمون۔ (پ ۳ آل عمران ع ۱۵)

> ترجمہ: کسی انسان کو جسے اللہ تعالیٰ کتاب حکمت اور پیغمبری عطا کریں یہ
> حق نہیں کہ لوگوں کو کہے کہ تم اللہ کے سوا میرے بندے ہو جاؤ لیکن وہ یہ کہے
> کہ تم خدا والے ہو جاؤ۔ جیسا کہ تم سکھاتے تھے کتاب اور تم خود بھی پڑھتے
> تھے۔ اور نہ یہ کہے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو (خدا کے ماتحت چھوٹے) خدا
> ٹھہرالو۔ کیا وہ تمہیں کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

ان نفوس قدسیہ نے عبادت کو براہِ راست خدا کا حق بتلایا جو مسلمان ہوا اسے عبادت کے لئے پہلے دن بھی خدا کے حضور میں ہی کھڑا کیا اسے بتایا کہ وہ خدا کے سامنے پیش ہے وہ خود

(انبیاء کرام) خدا کی راہ بتانے والے ہیں عبادت میں خدا اور بندے کے درمیان مرکز توجہ بننے والے نہیں کہ وہ بندہ ان کا تصور جما کر نماز پڑھے نماز ابتدائی درجے میں بھی ایک خدا کی عبادت ہے اور انتہائی درجے میں بھی اسی ایک پروردگار کی بندگی ہے۔ ہر گناہ گار سے زیادہ گناہ گار کا بھی وہی ایک خدا ہے اور انبیاء و مرسلین کا بھی وہی ایک معبود ہے ہر ادنیٰ بھی اس کے آگے جھکتا ہے اور حضرت جبریل امین اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

نماز میں ارادہ عبادت کی یہ انتہائی حالت جسے صوفی کرام رحمہم اللہ ہمت سے تعبیر کرتے ہیں۔ صرف ایک خدا کے لئے ہے اسے نماز میں کسی اور طرف پھیرنا۔ صرفِ ہمت کرنا۔ اور عبادت میں تصور برزخی قائم کرنا قطعاً غلط ہے اسلام میں یہ ہرگز روا نہیں تصور برزخی اور صرفِ ہمت تو درکنار اسلام میں اتنی بھی گنجائش نہیں کہ امام نماز میں کسی محترم شخصیت کے لئے کوئی رعایت برت سکے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ نماز میں کسی شخص کے ساتھ خاص تعلق کا لحاظ برتنا یا خدا کے سوا کسی اور کو خوشنودی کے لئے کوئی عمل کرنا اس میں شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لئے کیا۔

کیا امام کسی شخص کی رعایت کے لئے رکوع کو اتنا لمبا کر سکتا ہے کہ اسے رکعت مل جائے خصوصاً جب کہ امام اسے جانتا ہو اور اس کی خوشنودی پیشِ نظر ہو؟ علامہ خطابیؒ (۳۸۸ھ) اس مسئلہ میں لکھتے ہیں۔

> کرهه بعضهم وقال اخاف ان یکون شرکاً و هومذهب مالک۔ (مرقات جلد ۳ ص ۹۰)

ترجمہ: بعض آئمہ اسے مکروہ تحریمی کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس پر شرک کا اندیشہ ہے اور یہی حضرت امام مالکؒ (۱۷۹ھ) کا مذہب ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی (۵۸۷ھ) البدائع و الصنائع فی ترتیب الشرائع میں حضرت امام ابو یوسف (۱۸۲ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اس مسئلے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ) اور قاضی ابن ابی لیلی (۱۷۳ھ) سے دریافت کیا تو دونوں نے اسے مکروہ تحریمی کہا۔ امام محمدؒ (۱۸۹ھ) کا فتویٰ بھی یہی ہے اور یہی امام شافعیؒ (۲۰۴ھ) کا آخری فیصلہ تھا۔

علامہ ابن نجیمؒ (۹۶۹ھ) فقیہ ابو اللیثؒ سے نقل کرتے ہیں:

> یطیل الرکوع لادراک الجائی اذا لم یعرفه فان عرفه فلا و ابو حنیفة منع منه مطلقا۔ (البحر الرائق جلد ۱ ص ۳۷۲)

ترجمہ: آنے والا رکوع کو پالے اس کے لئے رکوع کو تب لمبا کرے جب اانے والے کو پہچانتا نہ ہو اگر پہچانتا ہو تو اس کے لئے رکوع کو ہرگز لمبا نہ کرے اور امام ابوحنیفہؒ تو ہر حال میں اسے منع کرتے ہیں۔

محدث جلیل ملا علی قاری علیہ رحمتہ ربہ الباری (۱۰۱۴ھ) رقمطراز ہیں:

> المذہب عندنا ان الامام لو اطال الرکوع لادراک الجائی لا تقربا بالرکوع لله تعالیٰ فهو مکروه کراهة تحریم ویخشی علیه من امر عظیم۔ (مرقات شرح مشکوۃ جلد ۳ ص ۹۰)

ترجمہ: ہمارے ہاں فیصلہ یہی ہے کہ امام نے آنے والے کے لئے اگر رکوع لمبا کر دیا کہ اس میں قرب الٰہی مقصود نہ تھا تو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس پر اس سے بھی زیادہ امر (کفر) کا خطرہ ہے۔

صاحب درمختار علامہ الفقیہ علاء الدین (۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں۔

> وکرهه تحریما اطالة رکوع او قرأة لادراک الجائی

> ای ان عرفه والا فلا بأس به۔ (درمختار جلد ۲ ص ۴۶۲)
>
> ترجمہ: کسی آنے والے کے لئے رکوع کو طول دینا یا قراۃ لمبی کرنا مکروہ تحریمی ہے یہ اس صورت میں کہ آنے والے کو پہچانتا ہو وگرنہ نہیں۔

یہ وہ اساطین اُمت اور ائمہ دین ہیں جن پر اسرار شریعت کھلے ہیں۔ سب کہتے ہیں کہ نماز میں تعلق خاص کی بنا پر کسی کی طرف توجہ اس کی رعایت کسی عام شخص کی رعایت کرنے سے زیادہ مضر اور ضرر رساں ہے اور تو اور مولانا احمد رضا خاں بھی لکھتے ہیں:

> اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ (خاص تعلق عقیدت) یا خوشامد (تعظیم) کے لیے منظور ہو تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی برھانے کی اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم نے فرمایا کہ یخشی علیه امر عظیم یعنی اس میں شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لئے کیا۔ اور اگر خاطر خوشامد (تعظیم) مقصود نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت اور یہ اس صورت میں واضح ہوتی ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اس سے اٹکی ہو تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز۔ (احکام شریعت احمد رضا حصہ ۲ ص ۱۶۰)

مولانا احمد رضا یہ کہہ رہے ہیں کہ نماز میں کسی ایسی شخصیت کا لحاظ جس سے خاص تعلق و عقیدت ہو نماز کے روحانی مدارج کو بہ نسبت کسی عام آدمی کی رعایت کے جسے آپ پہچانتے نہ ہو زیادہ برباد کرتا ہے پہلی صورت میں اس تعظیم سے خداوندی تعظیم میں شرک کا اندیشہ ہے۔ دوسری صورت میں یہ اندیشہ نہیں ہے کیونکہ یہاں تعظیم یکسر مفقود ہے اور شرک کا کوئی خطرہ نہیں گو یہ بات بھی پسندیدہ نہیں۔ یہی بات حضرت شاہ اسمٰعیل محدث دہلویؒ نے کہی تھی کہ نماز میں اپنے پیر و مرشد یا کسی ولی اور بزرگ کی طرف توجہ جمانا کسی عام چیز کے خیال کی نسبت

زیادہ مضر ہے کیونکہ پہلی صورت میں اس تعظیم سے خداوندی تعظیم میں شرک کا احتمال ہے جو دوسری صورت میں یکسر مفقود ہے اصولاً مولانا احمد رضا خان نے وہی بات کہی ہے، جو شاہ صاحب نے کہی تھی اور فقہ حنفی میں بھی اس کی واضح تائید موجود ہے۔

مولانا احمد رضا خان یہ نہیں کہہ رہے کہ جو شخص تعظیم و عقیدت کے لائق ہو اس سے اس عام آدمی کا درجہ زیادہ ہے جسے آپ جانتے نہ ہوں یا جانتے ہوں مگر وہ آپ کے ہاں لائق تعظیم نہ ہو۔ حاشا ان کی مراد یہ نہیں درجہ میں وہی زیادہ ہے جس سے آپ کا تعظیم کا تعلق ہے اور وہ کسی بات میں شرف و فضیلت رکھتا ہے مسئلہ مذکورہ میں تقابل دونوں کے درجوں کا نہیں موضوع متعلق یہ تھا کہ نماز میں کسی کی طرف خود توجہ جمانا یا اس کی رعایت کرنا نماز کے لئے زیادہ آفت ہے۔ یا محض کسی کا خیال آجانا زیادہ آفت ہے؟ کہاں شرک کا زیادہ اندیشہ ہے اور کہاں نہیں؟ مولانا احمد رضا نے یہ اصولی بات کہی ہے کہ نماز میں کسی عظیم ہستی کی طرف توجہ اور رعایت کسی عام آدمی کی رعایت سے زیادہ، خطرناک ہے۔ نماز میں خدا کے سوا کسی کی تعظیم جائز نہیں۔

کوئی شخص مولانا احمد رضا پر یہ الزام لگائے کہ انہوں نے عظیم ہستیوں کی شان عام آدمیوں سے کم کر دی ہے کہ عظیم ہستیوں کی رعایت سے تو شرک کا اندیشہ بتلایا اور عام آدمیوں کی رعایت جائز بتلائی تو یہ الزام لگانے والے کی زیادتی ہوگی کیونکہ یہ افراد کا افراد سے یا شخصیت کا شخصیت سے مقابلہ نہیں نہ عظیم ہستیوں کا عام انسانوں سے تقابل ہے تقابل نماز میں عظیم ہستیوں کی طرف توجہ باندھنے اور عام آدمیوں کی رعایت کرنے میں ہے دو متقابل افراد میں نہیں صرف دو متقابل صورت حال پیش نظر ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز میں تعلق عقیدت کی بناء پر کسی کی طرف توجہ باندھنا اور اس کی رعایت کرنا کسی عام شخص یا معمولی چیزوں کے دھیان کی نسبت زیادہ ضرر رساں ہے کمزور کی رعایت بھی مثبت صورت میں پسندیدہ نہیں ہاں اس قدر نقصان دہ نہیں جتنی عظیم

شخصیتوں کی نماز میں رعایت نقصان دہ ہو سکتی ہے۔

نماز میں کسی کمزور کی رعایت مثبت صورت میں تو پسندیدہ نہیں لیکن منفی صورت میں یہ محمود ہے اور خود شریعت نے اس کی تعلیم دی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

> اذا ام احدکم الناس فلیخفف فان فیھم الصغیر والکبیر والضعیف والمریض۔ (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۸۸)
>
> ترجمہ: جب تم میں سے کوئی جماعت کرائے تو تخفیف سے کام لے کیونکہ نمازیوں میں بچے، بوڑھے، کمزور اور مریض سبھی طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔

لیجئے وہی شریعت جس نے کسی عظیم اور ذی وجاہت شخصیت کے لئے قرأت اور رکوع کو لمبا کرنے پر شرک کا اندیشہ بتلایا تھا۔ اس نے کمزور کی رعایت کی خود تعلیم دی ہے کیونکہ کمزور کی رعایت میں تعظیم کا کوئی پہلو نہیں لیکن کسی ذی وجاہت شخص کے انتظار میں اس کی تعظیم لپٹی ہے محض رعایت عبادت کے اتنا قریب نہیں جاتی تعظیم عبادت کے قریب ہے۔

محدث جلیل سیدنا ملا علی قاری علیہ رحمتہ ربہ الباری لکھتے ہیں:

> فرق بین تخفیف الطاعة وترک الا طالته لغرض و بین اطالته العبادة بسبب شخص فانه من الریاء المتعارف وقال الفضیل مبالغاً العبادة بغیر اللہ شرک۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۹۰)
>
> ترجمہ: عبادت میں کمی کر دینے اور کسی مصلحت سے اسے لمبا نہ کرنے میں اور کسی شخص کے لئے عبادت کو لمبا کر دینے میں بڑا فرق کیا گیا ہے یہ دوسری صورت کھلی ریا ہے حضرت فضیل زوردار انداز میں فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرنا شرک ہے۔

حضرت فضیل نے یہاں کسی ذی وجاہت شخص کی نماز میں رعایت کو اس کی عبادت

سے تعبیر کیا ہے اور یہ وہی بات ہے جو حضرت شاہ اسماعیل محدث دہلویؒ اور مولانا احمد رضا خاں نے کہی تھی کہ نماز میں کسی عظیم شخصیت کی طرف توجہ اور رعایت کسی عام شخص یا چیز کی طرف دھیان چلا جانے سے زیادہ مضر اور ضرر رساں ہے کیونکہ پہلی صورت میں شرک کا اندیشہ ہے جو دوسری صورتحال میں نہیں۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے ایسی صورت میں کہ مثبت پیرایہ عمل کسی تعظیم کا موجب نہ ہو اس کی کچھ اجازت بھی نہ دی ہے مگر اسے نہ کرنا بہر حال اولیٰ فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں:

> ان كان لايعرف الجائى فلابأس ان يطيل والاصح ان تركها اولى۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۹۰)
>
> ترجمہ: اگر وہ امام آنے والے نمازی کو پہچانتا نہ ہو تو اس کے لئے قرأت یا رکوع لمبا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ بھی نہ کرنا چاہئے۔

## نماز میں سُترہ کی طرف دھیان

سُترہ پردہ یا رکاوٹ ہے جسے سجدے کے فاصلے پر نمازی آگے رکھ لے اور جس کے آگے سے گزرنے والا گزرے تو گناہ گار نہ ہو مسجدوں اور مکانوں میں دیواریں سترہ ہوتی ہیں لیکن میدانوں اور کھلی جگہوں میں نماز پڑھنے والے اپنے آگے کوئی چھڑی وغیرہ رکھ لیتے ہیں۔

نمازی کے آگے سترہ کسی معمولی چیز کا ہو جس کی تعظیم پیدا ہونے کا احتمال نہ ہو یا اس کے آگے ہونے سے اس کی عبادت کا شبہ پیدا نہ ہو سکے تو یہ جائز ہے لیکن کسی آدمی کو سترہ بنا کر آگے رکھ لیا جائے تو اس میں اس کی تعظیم کا احتمال عبادت کو آلودہ کر دے گا۔ حضور اکرمؐ نے تو یہاں تک احتیاط برتنے کی تعلیم دی کہ سترہ کے طور پر اپنے سامنے جو چیز رکھو اسے بھی عین اپنے سامنے نہ رکھو ذرا بائیں طرف کر لو اس میں یہ حکمت تھی کہ سترہ کی طرف توجہ نہ ہو سکے اور

تعظیم و عبادت کا وہ تصور راہ نہ پاسکے جو مشرکین کے ہاں رائج تھا وہ بتوں کے بالکل سامنے کھڑے ہوتے تھے اور بت بھی محض لکڑی کی چھڑی کا نام نہ تھا ان کی وضع انسانی صورتوں میں ہوئی تھی۔ امام نسائی (۳۰۳ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صلی احدکم الی عمود او ساریۃ او الی شیءٍ فلا یجعلہ بین عینیہ ولیجعلہ علی حاجبہ الایسر۔ (سنن نسائی جلد اول ص )

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی کسی عمود یا ستون یا کسی اور چیز کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھے تو اس چیز کو پوری طرح اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ ذرا بائیں طرف کرلے۔

یہ تو عمود ستون یا کسی لکڑی وغیرہ کی بات تھی جو انسان سے کم درجہ کی مخلوق ہیں جب ان کے بارے میں یہ احتیاط ہے تو کسی انسان کو سامنے بٹھا کر یا اسے سامنے بیٹھا تصور کرکے یا اپنے پیر کی طرف توجہ باندھ کر نماز پڑھنا کس طرح درست ہوگا؟ یہ بہت سوچنے کی بات ہے پوری احتیاط چاہئے کہ نماز میں اللہ کی تعظیم کے ساتھ کسی اور کی تعظیم راہ نہ پاسکے نہ نمازی کسی اور طرف اپنی توجہ جماسکے۔

## حضرت عمرؓ کا فتویٰ

امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کسی دوسرے شخص کو بطور سترہ سامنے کرکے نماز پڑھ رہا ہے۔ آپؓ نے دونوں کو دُروں کی سزا دی نماز پڑھنے والے کو فرمایا:

أتستقبل صورۃ فی صلوٰتک۔

ترجمہ: تو نماز میں کسی بُت کو آگے کیے ہوئے تھا؟

اور آگے سترہ بننے والے کو فرمایا:

أتستقبل المصلی بوجھک۔

ترجمہ: کیا تو اپنے چہرے کو نمازی کا قبلہ بنائے ہوئے تھا؟ (محمود الروایہ جلد ۱ ص ۹۶)

لیجیے۔ جس شریعت میں پتھر کے ستون یا لکڑی کے عمود کو سترہ بنانا درست تھا اس میں کسی انسان کو چہرے کے رخ سے سترہ بنانا درست نہ رہا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس شریعت میں پتھر یا لکڑی کا درجہ انسان سے زیادہ ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ پتھر یا لکڑی کی صورت میں ان چیزوں کے اکرام کا وہ احتمال نہیں جو ایک انسان دوسرے انسان سے برت سکتا تھا۔ جتنا کسی مخلوق کا درجہ زیادہ ہوگا اتنا ہی نماز میں اس کی طرف رخ کرنا زیادہ ممنوع ہوگا۔

حضرت انس بن مالکؓ (۹۱ھ) کہتے ہیں۔

رانی عمر وانا اصلی فقال أقبر امامك فنهانی۔

(المصنف لابن ابی شیبۃ جلد ۲ ص ۳۷۹)

ترجمہ: میں نماز پڑھ رہا تھا حضرت عمر نے مجھے دیکھا تو فرمایا تیرے سامنے قبر ہے آپ نے مجھے منع کیا کہ قبر سامنے رکھ کے نماز پڑھوں۔

کسی مسلمان کی قبر عام پتھر یا لکڑی سے زیادہ قابل احترام ہے۔ مگر اس کی طرف رخ کر کے یا اسے سترہ بنا کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو جب سترہ بنانے کے لئے کوئی چیز نہ ملی اور کسی انسان کو ہی سترہ بنانا پڑتا تو آپ اسے اپنی طرف پشت کرنے کو کہتے تاکہ نماز میں اس کا چہرہ سامنے نہ آسکے آپ اسے فرماتے ہیں۔

ولنی ظہرك۔ (المصنف لابن ابی شیبۃ جلد ا ص ۲۷۰) کان یقعد رجلاً فیصلی خلفه (جلد ا ص ۲۸۰)

ترجمہ: تو اپنی پشت میری طرف پھیر لے۔ آپ اسے بٹھا کر اُس کے پیچھے نماز پڑھتے۔

## حضرت عثمانؓ کا فتویٰ

کرہ عثمان ان یستقبل الرجل وھو یصلی وانما ہذا اذا اشتغل بہ فاما اذا لم یشتغل بہ فقد قال زید بن ثابت ما بالیت ان الرجل لا یقطع صلوۃ الرجل۔ (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۲۶)

ترجمہ: حضرت عثمان اس بات کو کہ نماز میں کوئی آدمی سامنے ہو بُرا مانتے تھے (امام بخاری کہتے ہیں) یہ تب ہے جب نماز پڑھنے والے کا اس کی طرف دھیان ہو لیکن اگر وہ اس کی طرف مشغول نہ ہونے پائے تو پھر یہ مکروہ نہیں۔ حضرت زید بن ثابتؓ کہتے تھے میں اس میں حرج نہیں سمجھتا، آدمی دوسرے آدمی کی نماز کو نہیں توڑتا (یعنی اس کی طرف دھیان باندھنے کے بغیر اس کی تعظیم کا کوئی احتمال نہیں)

حضرت عثمانؓ کے اس فتوے کی قاضی عیاضؒ (۵۴۴ھ) نے جمہور علماء سے تائید نقل کی ہے۔

وحکاہ القاضی عیاض عن عامۃ العلماء وتمامہ فی الحلیۃ۔ (ردالمختار جلد ۱ ص ۶۰۲)

## حضرت علی مرتضیٰ کا فتویٰ

مسند بزار میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو کسی دوسرے شخص کی طرف رخ کئے نماز پڑھتے دیکھا آپ نے اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ حضرت مُلا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

اس کراہت کو دور فرمانے کے لئے اسے نماز دوبارہ پڑھنے کا امر کیا ہے ہوسکتا ہے کہ اس دوسرے شخص کا چہرہ اس نماز پڑھنے والے کی طرف ہو۔ (شرح نقایہ جلد ۱ ص ۹۶)

علامہ حلبیؒ نے شرح مُنیہ میں اسے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

قال فی شرح المنیه وهو محمل ما رواه البذار عن علی ان النبی علیه الصلٰوۃ والسلام رای رجلاً یصلی الی رجل فامرہ ان یعید الصلٰوۃ (ردالمحتار جلد ۱ ص ۲۰۳)

حضرت علی مرتضیٰ نے یہ بھی فرمایا۔

لا تصل تجاه حش ولا حمام ولا مقبرة۔ (المصنف لا بن ابی شیبہؒ جلد ۲ ص ۳۸۰)

حضرت امام محمدؒ (۱٦۹ھ) کتاب الاصل میں یہاں تک لکھتے ہیں کہ امام لوگوں سے کوئی بات کرنا چاہے تو اسے لوگوں کی طرف رخ کرنے کی صرف اسی صورت میں اجازت ہے کہ کوئی اس کے آگے نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

## حضرت امام شافعیؒ کا فتویٰ

علامہ شامیؒ کتاب الذخیرہ سے نقل کرتے ہیں:

ہذا هو ظاہر المذہب لانه اذا كان وجهه مقابل وجه الامام فی حالته قیامه یکره ولو بینهما صفوف۔ (ردالمحتار ص ٦۰۳)

حضرت علامہ عینیؒ نے اسی اصول پر سترہ کا مسئلہ اس طرح بیان کیا ہے:

حضرت علامہ عینیؒ اکابر حنفیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی انسان سترہ کے طور پر نمازی کے آگے ہو تو نماز صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ اس کی پشت نمازی کی طرف ہو اگر چہرہ نمازی کی طرف ہوگا تو اس کی تعظیم اور اکرام کا احتمال ہے۔

وجوز بظهر الرجل ومنع بوجهه۔ (عینی شرح صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۷۸)

آدمی کی پشت کو سترہ بنانا تو جائز ہے لیکن اسے چہرے کے رخ سے سترہ بنانا جائز نہیں۔

امام شافعیؒ تو مطلقاً فرماتے ہیں کہ کسی آدمی یا زندہ جانور کو سترہ نہ بنایا جائے کیونکہ اس میں شرک کا ایہام ہے ملا علی قاری ان سے نقل کرتے ہیں:

لا یستحب له ان یستتر بآدمی او حیوان لشبهة لعبادة عابدی

الاصنام۔ (مرقات شرح مشکوۃ جلد ۲ ص ۲۴۲)

ترجمہ: نمازی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی انسان یا کسی زندہ جانور کو نماز میں سترہ بنائے کہ اس میں بت پرستوں سے مشابہت ہوگی۔

حضرت امام شافعیؒ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ نمازی کی نگاہ موضوع سجود میں جہاں سترہ ہے کسی عظیم مخلوق پر ہونے کی بجائے کسی عام مخلوق پر رہے تو ادنیٰ درجے کا یہ دھیان نماز کی اتنی بڑی آفت نہیں کسی اعلیٰ مخلوق پر دھیان باندھنا نقصان دہ ہے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم کا احتمال ہے جو نماز میں صرف خدا کے لئے ہونی چاہئے تھی۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ (۹۵ھ) سے منقول ہے۔

انہ کان یکرہ ان یصلی الرجل وفی قبلۃ المسجد مصحف۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم اس بات کو برا مانتے تھے کہ نمازی کے آگے قبلہ کی طرف قرآن شریف رکھا ہو۔ (المصنف لابن ابی شیبۃ جلد ۲ ص ۴۵)

حیوانات کا درجہ نباتات سے زیادہ ہے حضرت جابر بن زید ( ھ) اس بات کو تو پسند کرتے تھے کہ نباتات پر نماز پڑھ لی جائے لیکن اسے پسند نہ فرماتے کہ کسی حیوان پر نماز ادا کی جائے۔

ان جابر بن زید کان یکرہ الصلوۃ علی کل شی من الحیوان ویستحب الصلوۃ علی کل شی من نبات الارض۔ (المصنف لابن ابی شیبۃ جلد ۱ ص ۴۰۰)

اسلام میں جب یہاں تک احتیاط ہے تو کسی زندہ پیر کو آگے بٹھا کر یا اس کی قبر کو قبلہ بنا کر یا اس کی طرف توجہ جما کر نماز پڑھنا یا ذکر الٰہی کرنا کیسے درست ہے مولانا احمد رضا خاں نے بھی نماز میں کسی عظیم شخصیت کی طرف توجہ باندھنے یا اس کی کوئی رعایت کرنے کی اجازت نہیں دی اور اس کی بجائے کسی عام آدمی کی رعایت کو نماز میں کم خطرہ بتلایا ہے آپ کے خلیفہ مولوی امجد علی یہاں تک لکھتے ہیں کہ:

نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود پڑھا نماز جاتی رہی۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۰۵)

# نماز میں خیال آنے اور لانے میں فرق

امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> من توضاء نحو وضوئی ہذا ثم صلی رکعتین لا یحدث فیہما نفسہ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۱)
>
> ترجمہ: جو شخص میرے اس وضوء کی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعت ایسی پڑھے کہ ان میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ حدیث نفس (اپنے دل سے باتیں کرنے) سے مراد حدیث مجتلب اور مکتسب ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو انسان کھینچ کر اور اپنے عمل سے لائے۔ جو بات دل میں از خود آجائے وہ یہاں مراد نہیں۔ (نووی شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۲۰)

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

> ان حدیث النفس قسمان ما یہجم علیہا ویتعذر دفعہا وما یسترسل معہا ویمکن قطعہ فیحمل الحدیث علیہ دون الاول لعسر اعتبارہ۔
>
> (شرح صحیح بخاری جلد ۳ ص ۷)

دل سے باتیں کرنا دو طرح سے ہے جو بات دل پر خود ہجوم کرے اور اس کا روکنا مشکل ہو اور جو دل کے ساتھ آہستہ آہستہ چلے اور اسے ہٹانا ممکن ہو۔ حدیث اس معنی پر محمول ہو گی۔ پہلے معنی پر نہیں کیونکہ اس کا اعتبار نا ممکن ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اپنے دل سے باتیں نہ کرے دل میں ادھر ادھر کے خیال نہ پکائے۔ ایسا ترجمہ نہ کرنا چاہیے کہ دل میں کوئی دوسرا خیال نہ آئے کیونکہ اول اس کا

کسب ہے جس کا یہ مکلف ہوسکتا ہے اور ثانی میں اس کا کسب نہیں۔ بلا قصد و اختیار ایک چیز آجاتی ہے لہٰذا اس کا مکلف ہی نہیں ہونا چاہئے۔ اسی لئے یہاں لا یحدث فرمایا یخطر فی نفسہ نہیں فرمایا معلوم ہوا کچھ کسب کو دخل ہوتا ہے بعض دفعہ ابتداءً خیال آتے ہیں پھر یہ ڈھیل دیتا ہے اور اپنی طرف سے تعمیر کرتا جاتا ہے یہ بھی تکسب اور تحدیث میں داخل ہوجائے گا۔ (فضل الباری جلد ۲ ص ۲۵۹)

ان تشریحات سے پتہ چلتا ہے کہ خیال آنے اور خیال لانے میں شروع سے ہی علماء فرق کرتے چلے آئے ہیں جب خیال لانے کو بھی پسند نہیں کیا گیا تو خیال جمانے اور خیال باندھنے کی کوئی صورت جواز کیسے نکل سکتی ہے۔ شارع علیہ السلام کا منشا تو یہ ہے کہ اپنے ارادے سے اپنے دل کو کسی اور طرف متوجہ نہ کرے۔

## نماز میں خیال آنے اور توجہ جمانے میں فرق

نمازی اگر ارادۃً نیت نہ بدلے اور صرف ہمت نہ کرے کہ ارادۃً توجہ خدا سے پھیر کر کسی اور ذی احترام شخصیت (جیسے اپنے مرشد بزرگ یا کسی فرشتہ) پر لگا دے اور خیالات قصدِ دل پھیرنے کے بغیر ازخود آنے لگیں یا قرأت کے دوران خیال ان وادیوں میں گھومنے لگے جن کا ان آیات میں ذکر ہو تو اس پر ملامت نہیں۔ فضا میں کہیں ارواح یا فرشتوں کا نزول ہو اور نمازی کو ان کا کشف ہونے لگے تو اس خیال اور کشف سے تشویش میں نہ پڑے خیال آنے اور خیال لانے میں بڑا فرق ہے خیالات بلا توجہ باندھے ازخود آنے لگیں یا بغیر قصدِ دل فرشتوں کا کشف ہونے لگے اس میں اور خدا تعالیٰ سے ہمت پھیر کر اسے کسی اور طرف لگا دینے میں زمین و آسمان کا فرق ہے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (۱۸۳۲ء) کی صراطِ مستقیم میں ہے:

> "اہل مکاشفات یہ خیال نہ کریں کہ نماز میں شیخ کے تصور یا ارواح یا فرشتوں کی ملاقات کی طرف توجہ کرنا بھی اسی نماز کو حاصل کرنا ہے جو مومنوں کی معراج

> ہے. نہیں ہرگز نہیں۔ نماز میں یہ توجہ ( کہ قصداً خدا سے رخ پھیر کر دوسری طرف دھیان جمائے ) یہ بھی شرک کی ایک شاخ ہے خواہ وہ خفی ہو یا اخفی۔ یہ بھی نہ سمجھنا چاہیئے کہ عزیب مسائل کا سمجھ میں آجانا اور ارواح یا فرشتوں کا کشف نماز میں برا ہے بلکہ اس کام کا ارادہ کرنا اور اپنی ہمت ( قصدِ دل ) کو اس کی طرف متوجہ کر دینا اور نیت میں اس مدعا کو ملا دینا مخلص لوگوں کے خلوص کے خلاف ہے اور خود بخود مسائل کا دل میں آجانا اور ارواح اور فرشتوں کا کشف ان فاخرہ خلعتوں میں سے ہے جو حضورِ حق میں مستغرق بااخلاص لوگوں کو نہایت مہربانیوں کی وجہ سے عطا ہوا کرتے ہیں پس یہ ان کے حق میں ایک ایسا کمال ہے کہ مثال کے موقع پر مجسم ہو گیا ہے اور ان کی نماز ایسی عبادت ہے کہ اس کا ثمرہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔" (صراطِ مستقیم اردو ترجمہ ص ۹۶)

جو لوگ آخرت سے بے خوف ہو کر حضرت شاہ اسمٰعیل محدث دہلویؒ پر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ ان کے نزدیک نماز میں شیخ یا بزرگانِ دین کا خیال آجانا گدھے اور بیل کا خیال آجانے سے بھی برا ہے۔ وہ اس عبارت کو غور سے پڑھیں حضرت شاہ صاحب نے کس نفیس پیرایہ میں ان کے خیال آجانے اور ان کے دکھائی دینے کو خدا تعالیٰ کے انعامات میں سے شمار کیا ہے اہل اللہ کو نماز میں ارواح اولیاء کرام اور فرشتوں سے ملاقاتیں ہونے لگیں تو یہ مقام مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے نزدیک خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خلعت فاخرہ ہے۔ مولانا جس بات کو شرک بتا رہے ہیں خواہ وہ کتنا خفی کیوں نہ ہو وہ یہ ہے کہ نمازی خدا سے ارادۃ توجہ پھیر لے اور قصدِ دل کو اپنے شیخ یا بزرگ یا کسی فرشتے کی طرف لگا دے کیونکہ اس صورت میں اس کی نماز صرف خدا کی عبادت نہ رہے گی بلکہ اس میں ان بزرگوں کی تعظیم بھی شامل ہو جائے گی۔ مرشدانِ برحق اس قسم کے شیطانی خطروں سے مریدوں کی نماز کی اصلاح

کرتے ہیں تاکہ ان کی نماز حقیقی طور پر مومن کی معراج بن جائے۔

نماز میں کسی لائق احترام شخصیت کی طرف عملاً توجہ دینا اور ہمت کو لگا دینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ حضرت شاہ اسمعیل محدث دہلویؒ اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی دونوں کا اس پر اتفاق ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالک اس پر شرک کا اندیشہ بتلاتے ہیں امام ابو یوسف اور امام شافعی اسے حرام کے قریب بتلاتے ہیں اور فقہاء و محدثین اور اہلِ باطن اولیا کرام سب اس پر متفق ہیں کہ نماز ابتداء سے لے کر انتہا تک سب عبادت ہے اور ایک خدا کی عبادت ہے اس میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں نہ کوئی فرشتہ نہ پیغمبر نماز میں کسی انسان سے خطاب کرنا جائز نہیں۔ پوری نماز خدا کی بندگی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا حق اطاعت ہے عبادت نہیں۔ عبادت صرف خدا کی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں نہ نماز میں بندے اور خدا کے درمیان کوئی برزخ ہے۔ بندہ براہ راست خدا کے سامنے حاضر ہے اور آداب بندگی بجالا رہا ہے۔ نماز میں قرب الٰہی جتنا زیادہ ہوتا جائے اتنی توجہ دوسری چیزوں کی طرف کم ہوتی جائے گی۔ حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

> وفی الخبر اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوۃ وقال اللہ تعالیٰ واسجد واقترب۔ ولا شك ان کل وقت یکون القرب الالٰہی فیہ ازید یکون مجال الغیر فیہ اشد انتفائً فنفھم من ہذا الحدیث وہذہ الایۃ ایضاً ذالك فی الصلوۃ۔ (المنتخبات ص ۹۲)
>
> ترجمہ: حدیث میں ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے اور قرآن کریم میں ہے تو سجدہ کر اور قرب الٰہی میں بڑھتا چلا جا اور اس میں شک نہیں کہ نماز میں قرب الٰہی جتنا زیادہ ہوگا کسی اور کے نماز میں سمانے کی اتنی ہی سختی سے نفی ہوتی جائے گی۔

اس حدیث اور اس آیت سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ مقام قرب نماز میں ملتا ہے۔

# ایک شبہ کا جواب

حضرت عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ نماز میں انہیں لشکر کی ترتیب بتلا دی جاتی تھی۔ اس قسم کی روایات کی وجہ سے بعض لوگ نماز میں اپنے بعض امور کا حل تلاش کرنے لگتے ہیں اور خود بھی اپنی توجہ ان امور کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس وسوسے کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو اپنے جیسا نہ سمجھو آپ قرب الٰہی کے اس اونچے مقام میں تھے، کہ اس قسم کی اسلامی مہمات کی تیاری ان کی نماز میں اثر انداز نہ ہوتی تھی اور ان اسلامی امور میں ان کا خلوص انتہائی درجے میں پہنچ چکا تھا کہ یہ اخلاص خود اللہ تعالیٰ سے وابستگی کا ایک کامل نشان تھا۔ لیجئے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ہی لکھتے ہیں:

جو کچھ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ نماز میں سامان لشکر کی تدبیر کیا کرتے تھے تو اس قصہ سے مغرور ہو کر اپنی نماز کو تباہ نہ کرنا چاہیئے۔

ے کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر (مولانا رومؒ)

ترجمہ: بلند پاک ہستیوں کو اپنے جیسا نہ سمجھو اگرچہ لکھنے میں شیر (جانور) اور شیر (دودھ) ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں لیکن حقیقت دونوں کی مختلف ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے لئے تو کشتی توڑنے اور بے گناہ بچے کو مار ڈالنے میں بڑا ثواب تھا (کیونکہ وہ تکوین الٰہی کی تعمیل کر رہے تھے) اور دوسروں کے لئے (ایسا کام) نہایت درجہ کا گناہ ہے۔ جناب فاروق اعظمؓ کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری نماز میں خلل انداز نہ ہوتی تھی۔ بلکہ وہ بھی نماز کے کامل کرنے والے امور میں سے تھی۔ اس لئے کہ وہ تدبیر اللہ جل شانہ، کے الہامات میں سے آپ کے دل میں ڈالی جاتی تھی اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی بالکل اس کے برخلاف

ہے اور جس شخص پر یہ مقام کھل جاتا ہے وہ جانتا ہے۔ (صراط مستقیم ص ۹۶، ص ۹۷)

حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ کی یہ عبارت بھی شہادت دے رہی ہے کہ آپ خیال آنے اور خیال لانے میں فرق کر رہے ہیں وہ خیال آنے کو برا نہیں کہہ رہے اسے ایک انعام شمار کرتے ہیں پہلی عبارت میں وہ اسے خلعت فاخرہ کہہ آئے ہیں جو حضور حق میں مستغرق بااخلاق لوگوں کو عطا ہوتا ہے ہاں ارادۃً خیال لانے اور توجہ جمانے پر آپ تنقید کر رہے ہیں اور نماز میں مشائخ اور بزرگوں کی طرف جس دھیان جمانے کو انہوں نے گھر کی معمولی چیزوں سے بدتر کہا ہے وہ ان کا صرف خیال لانا بھی نہیں ان پر ارادہ عبادت سے پوری توجہ جمانا ہے اور صرف توجہ جمانا بھی نہیں اسے خدا تعالیٰ سے ہٹا کر بزرگوں پر لانا ہے اور یہ خیال سے کہیں آگے چوتھے درجے کی منزل ہے وہ اس عظیم خطرے سے سالکین کو جگا رہے ہیں ان کی جرح صرف ہمت پر ہے اور وہ ایک نہایت اونچے مقام میں اس موضوع پر بحث کر رہے ہیں۔ اولیاء اللہ اس مقام پر جو بات کہیں اُسے سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے ان پر اعتراض کرنے لگنا سعادت مندی نہیں۔

## مولانا اسمٰعیل شہیدؒ خیال باندھنے کے خلاف

حضرت مولانا اسمعیل شہیدؒ اصولی طور پر خیال باندھنے کے خلاف ہیں ان کے نزدیک خیال باندھنے کا یہ عمل جب اپنی قیود و شرائط سے اختیار کیا جائے تو اس میں شرک پیدا ہو جاتا ہے۔ مولانا جہاں کہیں اس قسم کے عمل کی تردید کرتے ہیں خیال کا لفظ استعمال نہیں کرتے خیال باندھنے کی تصریح کرتے ہیں ایک عبارت میں دو دفعہ یہ بات کہنی ہو تو دونوں جگہ آپ خیال باندھنے کی تصریح کریں گے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اس بحث میں خیال آنے کے الفاظ سے احتراز فرما رہے ہیں اور اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ خیال آنے اور خیال باندھنے میں واقعی بڑا فرق ہے۔

صراط مستقیم تو حضرت سید احمد بریلویؒ کے ارشادات کا مجموعہ ہے اور اس کی عبارت زیر بحث بھی مولانا اسماعیل شہیدؒ کی تحریر کردہ نہیں مولانا عبدالحیؒ کی تحریر کردہ ہے لیکن تقویۃ الایمان تو مولانا اسماعیل شہیدؒ کی ہی تالیف ہے اس میں خیال باندھنے کی شرکیہ صورت اس طرح مرقوم ہے۔

> "اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہتی اور مجھ پر جو احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری اور تندرستی و کشائش و تنگی و مرنا و جینا و غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے شرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں۔ اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم ثابت کرنا۔" (تقویت الایمان ص ۹)

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے خیال باندھنے کے ساتھ جو شرائط و قیود یہاں ذکر فرمائی ہیں ان شرائط و قیود کے ساتھ کسی کی صورت یا قبر کا خیال باندھنا اور اپنی پوری توجہ اس پر جما دینا اگر شرک نہیں تو کون سا اسلام ہے اور کسی مخلوق کی طرف خیال باندھنے کا عمل اگر نماز میں کیا جائے تو یہ اعتقاد اسلام کے عقیدۂ توحید کو بالکل پامال کیوں نہ کر دے گا۔

اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلا کہ خیال باندھنا مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے ہاں ایک خاص اصطلاح ہے وہ جہاں کہیں بھی خیال باندھنے کے عمل پر تنقید کریں وہ تمام شروط و قیود اس میں ملحوظ ہوں گی جو مولانا مرحوم نے یہاں ذکر فرمائی ہیں۔ خیال باندھنے کے اس عمل میں اور خیال آجانے میں کوئی ربط نہیں خیال آجائے کو وہ بعض صورتوں میں انعام الٰہی شمار کرتے ہیں لیکن ان شروط و قیود سے خیال باندھنے کی وہ کہیں اجازت نہیں دیتے۔

> مرشدان باصفا اور مشائخ طریقت اپنے مریدوں کی تدریجاً اصلاح کرتے ہیں پہلے انہیں بڑے خطرے سے نکال کر چھوٹے خطرے میں لے جاتے ہیں اور پھر اس چھوٹے خطرے کے ازالہ کی بھی تدبیر فرماتے ہیں حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ایک مقام پر لکھتے ہیں۔ زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے۔ (صراط مستقیم اردو ص ۹۷)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے نماز میں بیوی کے خیال کو جائز بتایا ہے۔ نہیں۔ آپ یہ سمجھا رہے ہیں کہ زنا کے وسوسہ میں نماز سے بے پرواہی برتنے کے علاوہ ایک معصیت کی ظلمت بھی شامل ہے اور دوسری صورت میں ایک دنیوی مباح بات کا خیال نماز کو خراب کر رہا ہے یہ ایک دنیوی بات کا تصور تو ہے لیکن گناہ کا تصور نہیں زنا کے خیال میں گناہ کا تصور بھی راہ پا رہا ہے بڑے خطرے سے نکال کر چھوٹے خطرہ میں لے آنا مشائخ کا ایک اصلاحی عمل ہے جو شخص گناہ کبیرہ سے بچنے کے لئے محنت کرے اللہ تعالیٰ پھر اسے صغیرہ گناہوں سے بچنے کی بھی توفیق دے دیتے ہیں۔

اسی طرح حضرت سید احمد بریلویؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں اپنے شیخ یا اس لائن کے دوسرے بزرگوں کی طرف صرف ہمت کرنا یعنی دل کو ارادۃً خدا تعالیٰ سے پھیر کر ان بزرگوں پر لگا دینا خواہ وہ مقرب فرشتے روح الامین ہی کیوں نہ ہو اپنے گاؤخر (دنیا کے مال) کے خیال میں مستغرق ہونے سے بھی زیادہ برا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت سید صاحب نماز میں گاؤخر کے خیال آنے کو برا نہیں سمجھتے وہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ نماز میں دنیا کے خیالات سے نماز سے بے پروائی اور طبیعت کی آوارگی کا اظہار ہے اس میں شرک کا اندیشہ نہیں، آوارہ خیالات میں کسی کی تعظیم لپٹی ہوئی نہیں یہ آوارگی ہے اور بہت بری ہے لیکن شرک نہیں۔ اور دوسری صورت میں شیخ کی طرف توجہ جب صرف ہمت کے درجہ میں ہوگی اور نمازی نماز میں

خدا تعالیٰ کی طرف سے توجہ پھیر کر اپنے شیخ کی طرف متوجہ ہوگا تو شرک کی دلدل میں جا گرے گا اور ظاہر ہے کہ شرک میں مبتلا ہونا گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوبنے سے کئی درجہ بدتر ہے۔ اور یہ ایسا گناہ ہے جس کی کہیں بخشش نہیں۔

یہاں جس چیز کو بدتر کہا گیا ہے وہ شرک کا اندیشہ ہے شیخ نے بزرگوں اور فرشتوں کی شخصیات کریمہ کو برا نہیں کہا نہ ان کا گاؤخر سے مقابلہ کیا گیا ہے لیکن خدا ضد اور تعصب کا ستیاناس کرے کئی لوگ اس عبارت کو ان دو مقامات کے موازنہ کے طور پر نہیں اسے شیخ و مرشد اور گدھے بیل کے موازنہ کے طور پر پیش کرتے ہیں اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے شیخ و مرشد کا مقام گدھے اور بیل سے بھی کم کر دیا حالانکہ حضرت سید احمد شہید نے یا حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے خیال آنے پر یہاں جرح نہیں کی۔ خیال لانے پر کی ہے، آپ نماز میں بزرگوں کے تصور برزخی پر جرح کر رہے ہیں، کہ خدا تعالیٰ سے ارادۃً توجہ پھیر کر اسے ارادہ عبادت کی انتہائی حالت کے ساتھ بزرگوں پر جما دیا جائے یہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں اوروں کو شریک کرنا ہے اور شرک واقعی دنیا کی چیزوں کے خیال میں ڈوبنے سے بدرجہا بدتر ہے نماز میں صرف ہمت کسی طرح جائز نہیں۔

صرف کے معنی پھیرنے کے ہیں۔ (دیکھئے منتخب اللغات ص ۴۰۳)

علمِ صرف میں لفظ مختلف صیغوں میں پھرتا ہے اس لئے اسے صَرف کہتے ہیں۔

صرفِ دولت. دولت کے مختلف ہاتھوں میں گردش کرنے کو کہتے ہیں۔

(غیاث اللغات ص ۴۷۵ منتہی الارب جلد ۴ ص ۵۱۳)

ہمت قصد دل (منازل السائرین و مدارج السالکین جلد ۳ ص ۱) کا نام ہے نماز میں ہمت ارادہ عبادت کی انتہائی حالت کا نام ہے۔ یہ انتہائی حالت جب خدا سے متعلق ہو تو اسے اس سے پھیر کر اپنے شیخ و مرشد یا کسی ولی و پیغمبر پہ لگا دینا صرفِ ہمت کہلاتا ہے، ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی مسلمان ارادۃً

اس عمل شرک کے لئے تیار ہوگا۔ پیاسے کو پیاس کے وقت صرف پانی کی ہی طلب ہوتی ہے۔ عابد کو عبادت کے وقت صرف معبود کی ہی طلب ہونی چاہئے۔ اس کی "ہمت" یہی ہو کہ دل خدا پر جما رہے وہاں سے اسے کسی طرف نہ پھیرے اور صرفِ ہمت نہ کرے، حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

> الهمة عبارة عن اجتماع الخاطر و تاكد العزيمة بصورة التمنى والطلب بحيث لا يخطر فى القلب سوى هذا المراد كطلب العطشان الماء۔
>
> (القول الجمیل ص ۱۹۵ اس کا ترجمہ اس کتاب کے ص ۲۴ پر پہلے آ چکا ہے)

## حضرت عمرؓ کے تجہیز لشکر کا مطلب

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ حضرت عمر کے قول انی لا جهز جیشی فی الصلوۃ (میں نماز میں اپنے لشکروں کو ترتیب دیتا ہوں) کا یہ مطلب نہیں کہ تجہیز جیش کی صورتوں کو میں کھینچ کھینچ کر اپنی طرف لاتا ہوں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان چیزوں کا القاء والہام ہوتا ہے۔

> حضرت عمرؓ کے دل پر اس قسم کی واردات اور القاء الہام کے واقعات بکثرت مشہور ہیں۔ چنانچہ یاساریۃ الجبل کا واقعہ آج تک زبان زدِ خاص و عام چلا آتا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم کو نماز میں جو مومن کی معراج ہے ان باتوں کا الہام ہوتا ہے۔ اس کی برکت ہے کہ ان کے زمانے میں فتوحات بکثرت ہوئیں۔ کیونکہ جب خود اللہ تعالیٰ علیم و خبیر اپنے مخصوص بندہ کو ایسے خاص وقت میں (نماز میں) جہادی تدابیر القاء فرمائے اور عسکری انتظامات سمجھائے تو اس کی کامیابی یقینی اور فتح و نصرت لابدی ہے۔ (دیکھئے فضل الباری بشرح صحیح البخاری جلد ۲ ص ۲۶۲)

حضرت عمرؓ کا اللہ تعالیٰ سے خلوص اس انتہائی درجے میں پہنچ چکا تھا کہ ان اسلامی مہمات کی تیاری میں ان کا ذات باری میں دھیان اور جذب ذرا بھی متاثر نہ ہوتا تھا جس پر کوئی تدبیر ملاء اعلیٰ

سے اترے اور جو شخص خود کسی تدبیر کے در پے ہو دونوں کے مقامات میں فرق ہے حضرت عمرؓ عرفان کے اس اونچے مقام پر تھے کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو آپؓ یقیناً نبی ہوتے۔

یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح اور پختہ ہے کہ نماز میں اپنی طرف سے کچھ خیالات پکانے یا اپنے شیخ و مرشد کے ذہنی نقشے جمانے بہ امور نماز میں ہرگز درست نہیں۔ خود کوئی خیال گزرے یا کوئی صورت سامنے آجائے تو انسان اس میں مکلف خود اس میں دھیان لگانا اور توجہ جمانا ضرور نماز کی آفت ہے۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ تو نماز کے باہر بھی کسی حاجت اور ضرورت کے وقت اس خیال باندھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

## ایک دلچسپ سوال

اس اصول پر جب سب متفق ہیں کہ نماز میں محترم اور لائق تعظیم شخصیتوں کی طرف توجہ باندھنا عام آدمیوں کی رعایت کرنے کی نسبت سے زیادہ مضر ہے کیونکہ اس میں شرک کا اندیشہ ہے جو دوسری صورت میں نہیں اور اس اصول پر اکابر آئمہ کرام کے ساتھ حضرت شاہ اسمٰعیل محدث دہلویؒ اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی دونوں متفق ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ثانی الذکر نے حضرت شاہ صاحبؒ کے اس بیان پر سخت تنقید کی ہے؟ جب ان کا اپنا عقیدہ بھی یہی ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ تو اب شاہ صاحب پر اعتراض کرنے کی کیا وجہ تھی؟

جواب: حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی عبارت بہت علمی اور اصطلاحات پر مشتمل ہے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو صرفِ ہمت کے معنی معلوم نہ تھے۔ وہ نہ سمجھ سکے کہ یہ صوفیا کرام کی ایک اصطلاح ہے اور اس سے مراد ارادہ عبادت کی انتہائی حالت ہے انہوں نے اپنے خیال سے اس کا ترجمہ خیال کیا۔ جو یقیناً غلط تھا۔

جب کوئی شخص ایسے موضوع پر بات کرے جو اس کا فن نہیں تو اس سے عجائب وغرائب

صادر ہوتے ہیں۔ پھر جب اس میں کچھ سیاسی تقاضے بھی لپٹے ہوں تو انسان بے تکی بانکنے سے نہیں جھجکتا۔ نیک گمان یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو صرف ہمت کے اصطلاحی معنی معلوم نہ ہوں گے ورنہ وہ اتنی کمزور بات نہ کہتے الکوکبۃ الشہابیہ میں الکوکبہ کی صفت الشہابیہ مولوی صاحب کی علمی سطح کا پتہ دیتی ہے۔ معلوم نہیں شہاب میں صفتی معنی انہوں نے کہاسے دیکھ لئے۔

مولانا احمد رضا خاں حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے بارے میں ہمیشہ شک اور تردد میں رہے۔ ستر سے زائد وجوہ سے اعتراض کے باوجود آخر میں کہہ دیتے رہے۔ ہوسکتا ہے مولانا اسمٰعیل کی مراد کچھ اور ہو لزوم و التزام میں فرق ہے اس سے گمان ہوتا ہے کہ مولونا احمد رضا خاں ان عبارات کو اچھی طرح نہ سمجھ پائے تھے پس اغلب یہی ہے کہ انہیں صرفِ ہمت کے معنی معلوم نہ ہوں اور انہوں نے بے خبری میں حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت معنی مراد کے خلاف سمجھ لی ہو۔ اور اس پر یونہی اعتراض کر دیا ہو۔

ہمارے اس خیال کی تائید ایک اور بات سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی زیر بحث عبارت سے پہلے ایک اور نصیحت گزر چکی ہے کہ زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اس میں شاہ صاحبؒ ایک بڑے خطرے سے نکال کر چھوٹے خطرے میں لا رہے تھے اور ان دو صورتوں کو آپ نے ایک دوسرے کے بالمقابل ذکر کیا تھا کہ کون سا خطرہ بڑا ہے اور کون سا چھوٹا۔ اسی طرح آگے جا کر شاہ صاحب نے پھر دو صورتیں تحریر کی ہیں نماز میں اپنے پیر و مرشد کی طرف صرف ہمت کرنا یا نماز میں گھر کی عام چیزوں کا خیال آجانا اور ان دو کے بالمقابل ذکر کیا ہے کہ کون سا خطرہ بڑا ہے اور کون سا چھوٹا۔ پہلے کی دو متقابل صورتیں اپنی جگہ ہیں اور یہ دو متقابل صورتیں اپنی جگہ اس دوسری بحث میں زنا وغیرہ کے الفاظ کہیں مذکور نہ تھے۔ انہیں خواہ مخواہ اس میں بڑھا دیا گیا ہے۔

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں یہاں بھی عبارات کو سمجھ نہ سکے اور دونوں بحثوں کو گڈمڈ کر دیا۔ آپ

حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی مشہور کتاب الکوکبۃ الشہابیہ میں لکھتے ہیں:

> مسلمانو! خدارا ان ناپاک شیطانی کاموں پر غور کرو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی برا ہے۔ (الکوکبۃ الشہابیہ مطبوعہ نوری کتب خانہ ص ۲۹)

حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ کے صرف ہمت کے الفاظ کو خیال کے لفظ سے نقل کرنا کوئی کم زیادتی نہ تھی پھر اسے ایک پچھلی بحث سے بے تک جوڑ کر اس عبارت کو اس اشتعال انگیز اور گستاخانہ پیرایہ میں بیان کرنا ظلم بالائے ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ مولانا احمد رضا یہاں بھی فرق نہیں کر سکے کہ شیخ کے کلام میں یہ دو باتیں اپنی اپنی جگہ تھیں اور صرف ہمت والی بحث میں زنا وغیرہ کا کوئی ذکر نہ تھا مولانا کے انداز فہم سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جلد بازی سے کام لیتے تھے اور وہ حقیقتاً حضرت شیخ کی عبارت کو سمجھ نہیں پائے تھے۔

شاہ اسمعیل شہیدؒ کی عبارت میں نماز میں بزرگوں اور فرشتوں کی طرف صرفِ ہمت کرنے (ارادہ عبادت کی انتہائی حالت کے ساتھ توجہ جمانے) پر جرح کی گئی تھی محض خیال آجانے پر جرح و قدح ہرگز نہ تھی خیال آجانا ایک قدرتی بات ہے اس پر اعتراض نہ تھا جب نماز میں انبیاء کرام اور ملئکتہ کے تذکرے آتے ہیں اور قرآن پڑھا جاتا ہے تو دوران نماز خیال ان کی طرف چلا جانا ایک فطری امر ہے جو نہ زیر بحث ہے نہ اس کا کسی نے انکار کیا ہے شاہ صاحب صرفِ ہمت پر بحث کر رہے تھے اور جاہل صوفیوں کے تصور برزخی کی تردید کر رہے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں نے صرف ہمت کا ترجمہ خیال کر کے اس اہل اللہ کی اصطلاح کو نظر انداز کر کے حضرت شاہ صاحب کے ذمے وہ بات لگائی ہے جو شاہ صاحب مرحوم نے ہرگز نہ کہی تھی، اور نہ اس کی کسی مسلمان سے توقع کی جا سکتی ہے۔

# نماز میں حضورؐ کا خیال آنے کے بارے میں علمائے دیوبند کا فتویٰ

حضرت مولانا اسمٰعیل شہید کی علمی تراث اور فکر حریت کے وارث علماء دیو بند تھے دارالعلوم میں سوال آیا کہ نماز میں حضورؐ کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ دارالعلوم کی طرف سے حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ نے لکھا:

> "جب نماز میں خود التحیات میں اور درود شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے تو خیال آنا تو ضرور رہوا۔ باقی نماز خالص عبادت اللہ کے لئے ہے۔ غیر اللہ کا خیال علی سبیل التعظیم والعبادہ نہ آنا چاہئے اور نماز ہر حال میں صحیح ہے۔ کیونکہ خیال پر باز پرس نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ، عزیز الرحمن عفی عنہ، (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۱ ص ۲۲۴ مطبوعہ کراچی)

یہ صحیح نہیں کہ علماء دیو بند نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق خیال کو نماز کے مقام توحید کے خلاف سمجھتے ہیں۔ جو بات نماز کے مقام توحید کے خلاف ہے وہ صرفِ ہمت ہے کہ نمازی ہر طرف سے توجہ ہٹا کر اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جمادے۔ مطلق خیال آنا یا بایں نیت خیال لانا کہ توجہ نماز سے نہ ہٹے اور اس نیت سے سلام عرض کرنا کہ اللہ کے فرشتے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیں گے ہرگز نماز کی آفت نہیں ہے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

> وفی الاحیاء و شرحه واحضر فی قلبك النبی صلی الله علیه وسلم وشخصه الكریم وقل السلام علیك ایها النبی ورحمة الله و بركاته ولیصدق املك فی انه (ای السلام و مابعده) یبلغه (صلی الله علیه وسلم فی برزخه كما ورد ذالك فی الاخبار الصحیحة)

وانه صلی الله علیه وسلم یرد علیك ماهو اوفی منه (وذالك بواسطة ملئكة وكلت للتبليغ) قلت وهذا مثل مانستعمل صيغ الخطاب للبعيد الغائب فى المكاتيب التى نرسل اليه فنحن نقدر وقت الكتابة حضوره ومواجهته متيقنين بوصول المكتوب اليه مع انه ليس بحاضر فى الحال۔ (فتح الملہم جلد ۲ ص ۴۲)

ترجمہ: احیاء علوم دین میں ہے اے مخاطب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی شخصیت کریمہ کو دل میں حاضر کر اور کہہ اے نبی آپ پر سلام ہو۔ اللہ کی رحمت اور اس کی برکت ہو اور تیری امید پوری ہو کہ تیرا سلام و درود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں پہنچے جیسا کہ اخبار صحیحہ میں آیا ہے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیرے سلام کا پورا پورا جواب دیتے ہیں اور یہ ان فرشتوں کی معرفت عمل میں آتا ہے جو یہ پہنچانے پر مقرر کئے گئے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ اسی طرح ہے جیسا کہ ہم خطوط میں غائب بعید کے لیے حاضر کے صیغے استعمال کرتے ہیں اور لکھتے وقت اسے حاضر تصور کر لیتے ہیں اور یہ کہ ہم اس کے سامنے ہیں یہ یقین رکھتے ہوئے کہ خط اس تک پہنچ جائے گا حالانکہ وہ اس وقت حاضر نہیں ہوتا۔

اس تصریح سے پتہ چلتا ہے کہ علماء دیوبند نماز میں حضور کے مطلق خیال کو قطعاً لائق اعتراض نہیں کہتے نہ حضورؐ کی طرف توجہ کرنا ان کے ہاں کوئی عیب ہے بشرطیکہ اس میں صرفِ ہمت نہ ہو جس میں کہ توجہ خدا سے بھی ہٹ جاتی ہے اور انسان شرک کی تاریک وادی میں جا گرتا ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ انسان آپ کو بالفعل حاضر نہ سمجھے۔ اپنے ذہن میں حاضر نہ کرے احضار یہی ہے۔ الحمد اللہ جو لوگ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی انکا یہ عقیدہ قطعی نہیں محض ظنی ہے۔ مولانا دیدار علی الوری لکھتے ہیں:۔

"لازم نہیں ہے کہ آپ ہر ایک محفل میں بلا ریب رونق افروز ہوتے ہیں بلکہ ہر بزم میں رونق افروز ہونا مظنون ہی " (رسول الکلام: ص۱۴۹ ۔ تالیف ۔۔ ۱۳اھ مطبوعہ کریمی لاہور)

"لفظ حاضر و ناظر سے اگر حضور ﷺ ونظور بالذات مثل حضور ونظور باری تعالیٰ ہر وقت و ہر لحظہ مراد ہے تو یہ عقیدہ محض غلط و مفضی الی الشرک ہے۔ الا اہل اسلام میں یہ عقیدہ کسی جاہل اجہل کا بھی نہ ہوگا" رسول الکلام ۵۰۱ سو آپ کو ہر جگہ حاضر و ناظر جانے بغیر بایں اعتقاد کو میرا یہ سلام آپ کی خدمت میں پیش ہو جائے گا اسے صیغہ خطاب سے پیش کرنا ہرگز ممنوع نہیں۔ علماء حق جس چیز سے منع کرتے ہیں وہ صرف ہمت ہے محض خیال آنا نہیں اور وہ بھی صرف نماز میں۔ کیونکہ نماز اول سے آخر تک اللہ کی عبادت ہے اسمیں اسکا کوئی شریک نہیں الحمد اللہ کہ نماز کا مقام توحید آپ پا گئے رحمت ربانی کا فوارہ مولانا شہید کی زبان سے آپ نے اچھلتا دیکھا لیکن ایک سوال ابھی باقی ہے وہ یہ کہ کیا اس سے بھی اوپر کوئی روح کی لذت باقی ہی ؟ ہاں یہ وہ لذت ہے جو شہید کو تلوار کے سائے میں ملتی ہے اور شہید اس وقت قرب الٰہی کی وہ لذت پاتا ہے جس کے آگے جنت کی مختلف لذتیں دوسرے درجے میں آ جاتی ہیں۔

شہید عشق ہی واقف ہے اسرارِ محبت میں
وگرنہ کس کو آتا ہے سلیقہ سر کٹانے کا

حضرت سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جو نماز کی لذت بھی پا گئے اور شہادت کی لذت بھی انہیں نصیب ہوئی۔ توحید الٰہی کا نور زندگی بھر ان کے سینوں میں موجزن رہا اور شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے یہ وفادار اپنے پروردگار سے جا ملے۔

باں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

خالد محمود عفی عنہ حال مقیم مانچسٹر